ماہنامہ **نعت** لاہور

شہیدانِ ناموسِ رسالتؐ

جلد : ۴ جنوری ۱۹۹۲ء شمارہ : ۱

تحفظ ناموسِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(حصہ اوّل)

ایڈیٹر : راجا رشید محمود

معاون : شہناز کوثر

مشیرِ خصوصی :
چوہدری رفیق احمد باجوہ
ایڈووکیٹ

خطّاط : جمیل احمد قریشی تنویر رقم
خلیل احمد نوری

قیمت ۱۵ روپے (فی شمارہ)
۱۶۰ روپے (زرِ سالانہ)

مینجر : اظہر محمود

پرنٹر : حاجی محمد نعیم کھوکھر ۔ جیم پرنٹرز ۔ لاہور

پبلشر : راجا رشید محمود

بائنڈر : خلیفہ عبدالمجید ۔ بک بائنڈنگ ہاؤس ۳۸ ۔ اردو بازار ۔ لاہور

اظہر منزل مسجد سٹریٹ نمبر ۵ ۔ نیو شالامار کالونی ۔ ملتان روڈ
لاہور (پاکستان) پوسٹ کوڈ ۵۴۵۰۰

(منظر رقم)

فون : ۴۱۳۶۸۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محبت سچائی ہے
محبت حقیقت ہے
محبت خدا ہے
محبت بندگی بھی تو ہے

محبت خدا کے محبوب صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کا حق ہے اور ان کے اُمّتیوں کا فرض
حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی محبت ہی کا نام تو اسلام ہے۔

جسے محبوبِ خدا کے محبوب (صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم) نہیں، وہ مسلمان نہیں۔
اور — جو محبت میں جانِ عزیز کو عزیز نہ سمجھے، وہی محب ہے۔

محبوب کی عظمت کو سلام کرنا، محبوب کی عزت سے محبت کرنا، محبوب کی حرمت پہ سر مٹنا، محبوب کی ناموس کی مردانہ وار حفاظت کرنا — اس راہ میں جان لے لینا یا جان دے دینا ہی معراجِ محبّت ہے۔

غازی علم الدین، غازی عبدالرشید، غازی مرید حسین، غازی میاں محمد، غازی محمد صدیق، غازی عبدالقیوم، غازی محمد عبداللہ — ایسے شہیدانِ ناموسِ سرکار (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ہی محبّت کی راہ میں عظمت کے مینار ہیں۔

آسمانِ محبّت کے اِن درخشندہ و تابندہ ستاروں کو زمین کے حقیر ذرّوں کا سلام!

ہمارا سلامِ عقیدت اگر ان کی بارگاہ میں شرفِ قبول پالے تو ہماری زندگی با جواز ٹھہرے۔

ازل ابد کے اِن زندوں سے نسبت ہمیں بھی زندہ رکھ سکتی ہے۔
خدا ہماری اس نسبت کو زندہ رکھے!!
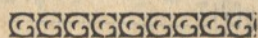
محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت

سما سکتی ہے کیونکر حُبِّ دنیا کی ہوا دل میں
بسا ہو جب کہ نقشِ حُبِّ محبوبِ خدا دل میں

محمدؐ کی محبت دینِ حق کی شرطِ اوّل ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو ایماں نامکمل ہے

محمدؐ کی غلامی ہے سندِ آزاد ہونے کی
خدا کے دامنِ توحید میں آباد ہونے کی

محمدؐ کی محبت آنِ ملّت شانِ ملّت ہے
محمدؐ کی محبت روحِ ملّت جانِ ملّت ہے

محمدؐ کی محبت خون کے رشتوں سے بالا ہے
یہ رشتہ دُنیوی قانون کے رشتوں سے بالا ہے

محمدؐ ہے متاعِ عالمِ ایجاد سے پیارا
پدر، مادر، برادر، مال، جان، اولاد سے پیارا

یہی جذبہ تھا ان مردانِ غیرت مند پر طاری
دکھائی جن کے ہاتھوں حق نے باطل کو نگونساری

ابوالاثر حفیظ جالندھری

نعت سرورِ کائنات (علیہ السلام والصلوٰۃ)

(شہدائے ناموسِ رسالت کے کارناموں کے تناظر میں)

مست فضائیں جھوم رہی ہیں جذبۂ حُسنِ عقیدت سے
رقصاں رقصاں ہوئیں فضائیں کیف سے، رنگ و نکہت سے
روشن روشن ہوا ہے عالم جلوۂ نورِ ارادت سے
"جگ مگ جگ مگ ساری محفل ذکرِ نبیؐ کی برکت سے
آؤ اپنے دامن بھر لو عشقِ نبیؐ کی دولت سے"

اے دنیا کے جھوٹے خداؤ، ہم سے اُلجھنا ٹھیک نہیں
ظُلم کے طوفانی دریاؤ، ہم سے اُلجھنا ٹھیک نہیں
باطل کی مُنہ زور ہواؤ، ہم سے اُلجھنا ٹھیک نہیں
"جور و جفا کی تیرہ گھٹاؤ، ہم سے اُلجھنا ٹھیک نہیں
شمعِ رسالت کے پروانے کب ڈرتے ہیں ظُلمت سے"

شوکتِ دنیا اُن کی نوازش، اُن کی عنایت دولتِ دیں
سازِ محبت فیض ہے اُن کا، اُن کی عطا ہے سوزِ یقیں
رحمت اُن کی مہرِ منوّر، شفقت اُن کی ماہِ مُبیں
"بے اُن کے ہم کچھ بھی نہیں تھے، بے اُن کے ہم کچھ بھی نہیں
سب کچھ پاس ہے، سب کچھ ہیں ہم، ایک نبیؐ کی نسبت سے"

اس دنیا میں جس کی دنیا عشقِ نبیؐ سرور رہے
اس کی فقیری رشکِ شہانِ صد اورنگ و افسر ہے
ہر افضل سے افضل ہے وہ، ہر برتر سے برتر ہے
"عشقِ نبیؐ والوں سے پوچھو، تخت سے تختہ بہتر ہے
کوئی بڑا اعزاز نہیں ہے اس اعزازِ شہادت سے"

پست کیے ہیں بالا اس نے، ولی کیا ہے چوروں کو
چڑیوں کو شہباز بنایا، شیر کیا ہے موروں کو
تنکوں کو ہمت دی توڑیں طوفانوں کے زوروں کو
"عشقِ نبیؐ نے کیا کیا قوت بخشی ہم کمزوروں کو
بزمِ جہاں میں لوگ ہمارا منہ تکتے ہیں حیرت سے"

اہلِ ستم! تم اپنے ترکش کا ہر تیر چلا دیکھو
ظلم کے سنگیں ایوانو! تم چاہے سو سو وار کرو
اے طاغوت کے طوفانو! ہاں شوق سے تم یلغار کرو
"وقت کے فرعونوں سے کہہ دو، تم جو چاہو کر گزرو
ہم نہ ڈرے ہیں، ہم نہ ڈریں گے طوفانوں کی شدّت سے"

جان اگر جاتی ہے جائے، ہاں، قائم ایمان رہے
اُونچا ہے نبیؐ کا جھنڈا، اُس کی اُونچی شان رہے
دُنیا اور دنیا کی دولت، سب اس پر قربان رہے
"ایماں والو! سُن لو، سُن لو، دھیان رہے ہاں دھیان رہے
ہے ناموسِ مسلماں کا ناموسِ ختمِ نبوّتؐ سے!"

رنجِ غمِ فرقت کے حسرت کیا کیا رنگ بدلتے ہیں
ہونٹوں پر آہوں کے طوفاں، آنکھ سے دریا چلتے ہیں
آہوں اور اشکوں سے دل کے کب ارماں نکلتے ہیں
"آسی ہم نذرِ جاں لے کر سُوئے مدینہ چلتے ہیں
شاہِ لاثانیؐ کا صدقہ، کریں قبول وہ رحمت سے"

نعت: پروفیسر محمد حسین آسی
گورنمنٹ کالج شکر گڑھ

تضمین: پروفیسر محمد یونس حسرت
گورنمنٹ گورونانک کالج ننکانہ صاحب

جان دو یا جان لو، تم مر نہیں سکتے کبھی
تم پہ غالب آ نہیں سکتی جہاں میں کوئی شے
سر میں رکھتے ہو اگر روشن چراغِ آرزو
حفظِ ناموسِ نبیؐ کا داعیہ گر دل میں ہے

راجا رشید محمود

احترامِ رسولؐ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

خدائے پاک کا فرماں ہے احترامِ رسولؐ
اساسِ کعبۂ ایماں ہے احترامِ رسولؐ

کمالِ دینِ مسلماں ہے احترامِ رسولؐ
زوالِ قوتِ شیطاں ہے احترامِ رسولؐ

نویدِ رحمتِ یزداں ہے احترامِ رسولؐ
نجاتِ حشر کا ساماں ہے احترامِ رسولؐ

مری نگاہ میں ہر آں ہے احترامِ رسولؐ
کہ میرا دیں، مرا ایماں ہے احترامِ رسولؐ

نفس نفس میں ادب کے چراغ روشن ہیں
نظر نظر سے نمایاں ہے احترامِ رسولؐ

بغیر اس کے خدا تک رسائی مشکل ہے
چراغِ منزلِ عرفاں ہے احترامِ رسولؐ

صدائے آہ بھی آنے نہ پائے ہونٹوں پر
کمالِ ضبطِ غمِ جاں ہے احترامِ رسولؐ

نبیؐ کے نام پہ جاں دینے والے زندہ ہیں
بقائے زیست کا ساماں ہے احترامِ رسولؐ

ہر ایک حرف میں افضل ادب کے جلوے ہیں
کہ میری نظم کا عنواں ہے "احترامِ رسول"
صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

محمد افضل کوٹلوی، فیصل آباد

محبت کے تقاضے اور سرکارؐ کی محبت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

تحریر: راجا رشید محمود

حضور فخرِ موجودات سرورِ کائنات علیہ السّلام والصلوٰۃ سے پہلے جتنے بھی انبیائے کرام مبعوث ہوئے، تاریخ شاہد ہے کہ ان کے ماننے والوں نے جاں نثاری اور جاں سپاری کے ایسے مظاہر پیش نہیں کیے جو حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلّم کے چاہنے والوں نے دنیا کو دکھائے۔ وہ نفوسِ قدسیہ بھی جنہوں نے ایمان کی آنکھوں سے اپنے آقا و مولا علیہ التحیۃ والثنا کی زیارت کی، سرکارؐ کی عزت و ناموس پر سختیاں اُٹھاتے، صعوبتیں جھیلتے اور جانیں نچھاور کرتے رہے۔ یہ بھی ہُوا کہ کفار نے اُنہیں آقا حضور صلے اللہ علیہ وسلّم کے سایۂ رحمت سے نکالنا چاہا۔ آقا سے محبت تج دینے کے مشورے دیئے، اُن کے دامنِ کرم سے علیحدہ کرنے کی کوشش کیں — لیکن وابستگانِ درِ مصطفٰےؐ نے کسی صُورت بھی اس محرومی کو گوارا نہ کیا۔ دُشمنانِ دین نے انہیں تکلیفیں پہنچائیں، انہیں شہید بھی کر دیا تو چشمِ فلک نے دیکھا کہ تادمِ واپسیں ان کی زبانیں ذکرِ نبیؐ میں لال تھیں اور ان کے ہونٹ مدحِ مصطفٰےؐ میں مصروف رہے۔ صحابۂ کرام (رضی اللہ عنہم) نے اپنی جانیں دے بھی دیں، کہ انہیں دامنِ سرکارؐ سے ناوابستگی کے عالم میں ایک لمحہ حرام تھا اور انہوں نے ایسے بدبختوں کی جانیں لیں بھی، جن سے حضور صلے اللہ علیہ وسلّم کی توہین کا ارتکاب ہوا۔

صحابۂ کرام کی جماعت تو وہ جماعت ہے جن سے اللہ تعالٰے نے اپنے راضی ہونے کا اعلان فرمایا اور اُن کے اللہ سے راضی ہونے کی خبر سنائی۔ لیکن عزت و ناموسِ سرکارِ دو عالم (صلی اللہ علیہ وسلّم) پہ جان دینے کی یہ رسم اُن کے بعد بھی ہر دور کے اہلِ ایمان نے زندہ رکھی۔ حتّٰی کہ آج کے دورِ پُرفتن میں بھی جاں نثارانِ ناموسِ رسالتؐ کی کمی نہیں۔ ظفر علی خاں نے کہا تھا۔

نماز اچھی، حج اچھا، روزہ اچھا اور زکوٰۃ اچھی
مگر میں باوجود اس کے مسلماں ہو نہیں سکتا
نہ جب تک کٹ مروں میں خواجۂ یثرب[1] کی عزت پر
خدا شاہد ہے، کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا[2]

لاہور کے ایک بفضلہ بقیدِ حیات شاعر نے کہا۔

ہم اپنے دین پر جان اپنی وار سکتے ہیں
ہمارے دین کا مطلب ہے، آبروئے رسولؐ[3]

چنانچہ اسلامیوں کی پوری تاریخ شاہد ہے کہ جب کسی خرِ ناشخص نے محسنِ عالم حضور رسولِ انام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں کوئی گستاخی کی، کسی غازی نے اپنا فرض نبھا دیا۔ جہاں کسی بدبخت کو کُتّے کی موت مرنا پسند آیا، اس نے محسنِ کائنات علیہ السلام والصلوٰۃ کے بارے میں کوئی نامناسب اور نازیبا لفظ کہنے کی جسارت کر لی اور اس کا نتیجہ بھگت لیا۔

ایک تو یہ ہمارے لیے جذباتی مسئلہ ہے کہ جس ہستی نے ہمیں سچائی کی راہ دکھائی، ہمیں ہمارے معبودِ حقیقی کے در پر جھکایا، ہماری دُنیوی اور اُخروی بہتری کے لیے بہت کچھ کیا، ہمیں بھی سمجھایا اور خالق و مالکِ حقیقی جل شانہ سے ہمیں بہت سی مراعات بھی لے کر دیں ـــــ اس ہستی کی عظمت سے فروتر بات ہم کیسے برداشت کریں۔ کوئی بدبخت ہمارے آقا و مولا حضور رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی توہین کا ارتکاب کرے، حضور کی شان میں کسی گستاخی کا مرتکب ہو اور اسے ہم سزا نہ دیں، یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ لیکن دیکھنا چاہیئے کہ جذباتیت سے ہٹ کر اس کا علمی پہلو کیا ہے ـــــ

[1] مدینۂ طیبہ
[2] ظفر علی خاں۔ بہارستان: مکتبۂ کارواں، لاہور، ب ن۔ ص ۲۲۱ (نظم "تکمیلِ ایمان" کے پہلے دو شعر)
[3] صابر گیلانی

ایمان کی بنیاد محبتِ رسولؐ ہے۔ مشہور حدیثِ پاک ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، آقا و مولا علیہ التحیۃ والثنا نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ مجھ سے اپنے باپ، اپنی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبت نہ کرتا ہو[1]۔ چنانچہ مسلمان ہونے کی شرطِ اولیں سرکارؐ کی محبت ٹھہری اور محبت بھی کیسی ـــــ جتنی اور کسی سے ہو نہ سکتی ہو۔ اتنی گہری اور والہانہ محبت، کہ اس کے سامنے سب محبتیں ہیچ ہوں، سب تعلق منقطع ہوتے دکھائی دیں۔

محبت ہوتی ہے تو اس کے کچھ تقاضے بھی ہوتے ہیں۔ محب اپنے محبوب کی تعریف کرتا ہے، اسے نام سے پکارنے کے بجائے پیار کے خطابات اور خوبصورت القابات سے پکارتا ہے، اس کی بات مانتا ہے۔ محبوب کی تکلیف اس کے لیے ناقابلِ برداشت ہوتی ہے، وہ محبوب کو خوش کرنا چاہتا ہے۔ وہ ان لوگوں کو عزیز رکھتا ہے جنہیں اس کا محبوب عزیز رکھتا ہو۔ وہ دوسروں کو یقین دلاتا ہے کہ اس کا محبوب سب سے اچھا ہے۔ محب کبھی برداشت نہیں کرتا کہ کوئی اس کے محبوب کی توہین کرے اور وہ اپنے محبوب کے دُشمنوں کو خائب و خاسر کرنے اور ذلیل کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتا۔

اس صورتِ حال کا جائزہ بھی لینا چاہیئے کہ کیا واقعی خداوندِ قدوس ولایزال جل جلالہ بھی حضور سیدِ آدم و بنی آدم رحمتِ ہر عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے؟ اگر محبت کے تقاضے کلام اللہ سے پورے ہوتے دکھائی دیں تو پھر جان لینا چاہیئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بھی محبوب ہیں اور ہمیں اللہ کی سُنت پر عمل کرتے ہوئے محبت کے تقاضے پورے کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اس سے یہ بھی واضح ہو گا کہ جانثارانِ ناموسِ مصطفےٰ (علیہ التحیۃ والثنا) نے جو کارنامے انجام دیئے، اُن کی دینی، علمی اور تحقیقی حیثیت کیا ہے۔ انہوں نے اپنے ایمان کے کامل ہونے کا ثبوت کس طرح دیا اور سنتِ خداوندی پر کس حد تک عمل کیا۔

[1] بخاری

قرآنِ مجید حضور محبُوب کبریا علیہ التحیۃ والثنا کی تعریف و ثنا سے بھرا پڑا ہے اللہ کریم نے اپنے محبُوب پاک صلی اللہ علیہ وسلّم پر اپنے اور اپنے فرشتوں کے درود بھیجنے کا اعلان فرماتے ہوئے یہ حُکم دیا کہ جو اہلِ ایمان ہیں، وہ بھی انہیں درود اور سلام کا ہدیہ پیش کریں (سُورہ الاحزاب) انہیں حق کے ساتھ، خوشخبری سنانے اور ڈرانے والا بنا کر بھیجنے کی بات کی (سُورہ البقرہ) انہیں ایسا رسُول فرمایا، جنہیں لوگوں کا مشقت میں پڑنا گراں ہے، انہیں لوگوں کی بہت بھلائی چاہنے والے کہا اور مسلمانوں پر بہت کرم والے مہربان قرار دیا (سُورہ توبہ)

خداوندِ تبارک و تعالیٰ نے اُس شہر کی قسم کھائی جس میں اس کے محبُوب صلے اللہ علیہ وسلّم تشریف فرما تھے (سُورہ بلد) اس نے اپنے پیارے کی جان کی قسم کھائی (سُورہ حجر) اس کرا بنی قسم کھانا تھی تو اس کے لیے بھی فَلَا وَرَبِّكَ (سُورہ نسا) فرمایا کہ اے محبُوب! مجھے تیرے رب کی قسم! اس نے سرکارؐ کو سارے جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجنے کا اعلان فرمایا (سُورہ انبیاء) اس نے نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کو مُسلمانوں کی جانوں کے، خُود اُن سے زیادہ مالک قرار دیا اور فرمایا کہ ان کی بیویاں مسلمانوں کی مائیں ہیں (سُورہ احزاب) اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو (سورہ احزاب) اس نے حضورؐ کو شاہد، مُبشّر، نذیر، اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والا اور چمکا دینے والا چراغ فرمایا (سُورہ احزاب) اس نے واضح فرما دیا کہ وہ جو بات اپنی خواہش سے فرماتے ہیں، وہ حقیقت میں وہی ہوتی ہے جو ان کو وحی کی جاتی ہے (سُورہ النجم) اس نے اُن کی بیعت کو اللہ کی بیعت کہا، ان کے ہاتھ کو اللہ کا ہاتھ فرمایا (سُورہ الفتح) اس نے محبُوب (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے خُلق کو عظیم کہا (سُورہ القلم) اُس نے اپنے محبُوب کے ذکر کو اُن کی خاطر بلند کرنے کا اعلان فرمایا۔ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (سُورہ الم نشرح)

یہ تو قرآنِ پاک کے چند مقامات کی طرف اشارے کیے گئے ہیں حقیقت یہ ہے کہ اللہ کا یہ سارا کلام ہی اُس کے محبُوب پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وسلّم

کی نعت ہے۔ قرآنِ مجید نعت کا مجموعۂ اوّل ہے اور وہ جو غالبؔ نے کہا تھا:

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گزاشتیم
کاں ذاتِ پاک مرتبہ دانِ محمدؐ است

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے مرتبے کو جاننے والی ذات صرف خداوندِ قدّوس و کریم کی ہے، اس لیے وہی ثنائے خواجہ کر سکتا ہے۔ چنانچہ مذکورہ بالا اشارات سے ثابت ہُوا کہ خدا تعالےٰ نے اپنے محبُوب کی تعریف کی ہے۔ اب تعریفِ مصطفےٰ (علیہ التحیۃ والثناء) کا یہ انداز دیکھیے کہ اللہ تعالےٰ نے انہیں پُورے قرآنِ مجید میں کہیں نام سے نہیں پُکارا، کہیں یا ایّھا النبی کہا ہے، کہیں یا ایھا الرسُول پکارا ہے۔ پھر یا ایھا المزّمل (سورہ مزّمل) اور یا ایّھا المدثّر (سُورہ مدثّر) کہہ کر بھی خطاب کیا ہے کہ اے کپڑوں میں لپٹنے والے اور اے چادر اوڑھنے والے! کہیں انہیں چمکنے والا ستارہ کہا، کہیں ان کے چہرۂ مُبارک کی قسم کھائی اور کہیں ان کی زلفِ معنبر کی۔ غرضیکہ اپنے پیارے کو پُکارنے کے لیے اپنایت اور محبّت کے اسلُوب اختیار کیے ہیں۔

محبّت کے دعویدار کیلئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ اپنے محبُوب کی بات بھی مانے اس نقطۂ نظر سے کلام اللہ کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے اس تمنا میں بار بار آسمان کی طرف دیکھا کہ بیت المقدس کے بجائے کعبۃ اللہ مسلمانوں کا قبلہ بن جائے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی اِس ادا کا ذکر فرما کر فرمایا کہ جس میں تمہاری خوشی ہے، ہم تمہیں اسی کی طرف پھیر دیں گے اور پھر فرمایا کہ ابھی اپنا مُنہ مسجدِ حرام کی سمت پھیر لو (سُورہ البقرہ) اپنے محبُوب کی بات ماننے کا ذکر اس نے یوں بھی کیا کہ فرمایا، جب لوگ اپنی جانوں پر ظلم کر لیں یعنی ان سے کوئی قصور سرزد ہو جائے، تو وہ اے محبُوب! آپ کے حضور حاضر ہوں، پھر اللہ سے معافی چاہیں۔ پھر رسُولؐ ان کی شفاعت فرما دیں تو وہ ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے (سُورۂ نسا)

آقا حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت زیدؓ بن حارثہ کے نکاح کا پیغام اپنی پھوپھی زاد

حضرت زینبؓ کے لیے دیا تو ان کے بھائی عبدُاللہ بن جحش نے اسے منظور کرنے میں اس لیے پس و پیش کیا کہ حضرت زیدؓ خاندانی طور پر اتنے عالی نہ تھے. اس پر خدا تعالیٰ نے حکم نازل فرما دیا کہ جب اللہ اور رسُولؐ کچھ حکم فرما دیں تو پھر کسی مُسلمان عورت یا مرد کو اپنے کسی معاملے میں بھی کچھ اختیار نہیں رہتا. (سُورہ احزاب)

محبّت کا ایک تقاضا یہ بھی ہوتا ہے کہ محبّ اپنے محبُوب کی کوئی تکلیف برداشت نہیں کرتا چنانچہ جب حضورؐ نے ساری رات خدا کی عبادت کرنا شروع کی تو اللہ کو محبوب کی اس ادا میں ان کی تکلیف کا خیال ہوا اور فرمایا یَا اَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ اللَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا کہ اے کپڑوں میں لپٹنے والے، رات میں کچھ رات کے لیے قیام فرماؤ (سُورۂ مزّمّل)

پھر محب کے لیے ضروری ہے کہ وہ محبوب کی رضا چاہے، اُس کی خوشی میں اپنی خوشی سمجھے، چنانچہ اللہ کریم نے فرمایا وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی (سورۂ والضحیٰ) (بیشک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ راضی ہو جاؤ گے)

یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ محب اپنے محبوب کے عزیزوں اور اُس کے نام لیواؤں کو اچھا سمجھتا ہے، جن لوگوں سے اس کی نسبت ہوتی ہے، وہ محب کو اچھے لگتے ہیں. اس حوالے سے اس فرمانِ خداوندی کو دیکھیے کہ "اے محبُوبؐ! فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار بنو، اللہ تمہیں دوست بنا لے گا، تم سے محبّت کرنے لگے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے" (سورہ آلِ عمران) یعنی جو اُس کے محبُوب کی بات مانیں گے، ان کی اتبّاع کریں گے، ان کی فرمانبرداری کریں گے، اللہ ان سے محبّت کرنے لگے گا. اسی لیے خدا تعالیٰ نے اپنے محبُوب کی اطاعت کو اپنی اطاعت فرمایا (سُورہ النسا) اور حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے بندوں میں سے جس کسی سے ——— کوئی غلطی سرزد ہو جائے، اُسے اللہ کی رحمت سے نا اُمید نہ ہونے کو کہا ہے (سورۂ زمر) اور اپنے محبُوبِ پاکؐ کے ساتھیوں کو اللہ نے کافروں پر سخت اور آپس میں نرم دل قرار دیا. (سُورۂ الفتح)

یہ بھی ہوتا ہے کہ اپنے محبُوب سے محبّت کرنے والا دوسروں کو یقین دلاتا ہے کہ اُس کا محبُوب سب سے اچھا ہے. اسی لیے خدا تعالیٰ نے سب پیغمبروں سے عہد و پیمان لیا کہ جب اُن کے پاس اللہ کا محبُوب رسولؐ آئے گا تو وہ ضرور اس پر ایمان لائیں گے اور اس کی مدد کریں گے (سورۂ آلِ عمران) یہ سرکار صلے اللہ علیہ وسلّم کی عظمت کو سب رسولوں سے تسلیم کروانے کا عمل تھا. اسی طرح جب اللہ یہ فرماتا ہے کہ جو کنکریوں کی مٹّھی حضورؐ نے جنگِ بدر کے موقع پر دُشمنوں کی طرف پھینکی تھی، وہ حضورؐ نے نہیں بلکہ خود اللہ نے پھینکی تھی (سُورہ انفال) تو مقصد یہ ہے کہ سب لوگ مان لیں کہ حضورؐ کے مرتبے کو کوئی نہیں پہنچ سکتا اور اسی سُورہ میں اللہ کا یہ فرمان کہ اے محبُوبؐ جب تک تم ان میں ہو، اللہ کا کام نہیں کہ انہیں عذاب میں مبتلا کرے (سورۂ انفال) سرکارؐ کی کتنی بڑائی ظاہر کرتا ہے. دوسرے پیغمبروں کی حیاتِ ظاہری میں بھی ان کی قومیں عذابِ الٰہی کا شکار ہوئیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے مُتعلق یہ فرما کر کہ جب تک یہ ہم میں ہیں، ہم عذاب میں مُبتلا نہیں ہوں گے، خداوندِ کریم نے دُنیا پر ظاہر کر دیا کہ اس کے محبُوبِ پاکؐ سے عظیم المرتبت کوئی ہو ہی نہیں سکتا.

محبّت کے تقاضوں میں سے اہم ترین تقاضا یہ ہے کہ محبّ اپنے محبُوب کی توہین برداشت نہیں کر سکتا اور خدا تعالیٰ نے بھی یہی کیا ہے. جو لوگ یہ کہتے تھے کہ حضورؐ تو کھانا کھاتے ہیں اور بازاروں میں چلتے ہیں اور یہ کہ کوئی فرشتہ اُتارا جانا چاہیے تھا، انہیں اللہ نے گمراہ فرمایا ——— اور گمراہ بھی ایسے کہ اب راہ نہیں پا سکتے (سورۂ فرقان) یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی اہانت کُفر ہے اور کُفر بھی ایسا کہ اس دلدل میں دھنسنے والے چھٹکارا نہیں پا سکتے، ان کے لیے ایمان کی روشنی کا حصُول ممکن ہی نہیں.

جب منافقین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کو "راعنا" کے بجائے ذرا سا لہجہ بگاڑ کر یہ لفظ کہا جس سے وہ بزعمِ خود حضورؐ کی تضحیک کا پہلو نکال لیتے تھے (نعوذ باللہ) تو اللہ نے حکماً اس لفظ کا استعمال ہی ممنُوع فرما دیا اور حکم دے دیا کہ جب آقاؐ کی

توجہ مطلوب ہو، اُنْظُرْنَا یا رسول اللہ کہو کہ یا رسول اللہ! ہماری طرف نظرِ کرم فرمایئے
(سورۃ البقرہ) اسی طرح ہر ایسا لفظ بھی آقا کے لیے استعمال کرنا ممنوع قرار پایا جس کا
معنیٰ کھینچ تان کر بھی ایسا نکلتا ہو جو حضورؐ کے مرتبے سے فروتر ہو۔ پھر فرمایا کہ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرالو جیسا تم ایک دوسرے کو پکارتے
ہو (سورۃ نور) پھر ارشاد ہوا کہ اپنی آوازیں اپنے آقا کی آواز سے اُونچی نہ کرو اور ان
کے حضور چلّا کر بات نہ کہو جیسا تم ایک دوسرے کے سامنے کرتے ہو کہ کہیں تمہارے
اعمال برباد نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو (سورہ الحجرات) یعنی بارگاہ مصطفوی میں
اُونچی آواز سے بولنا، چلّا کر بات کرنا، سرکارؐ کو اس طرح پکارنا جس طرح کوئی
ایک آدمی دوسرے کو پکار سکتا ہے یا کوئی ایسا لفظ استعمال کرنا جس کے دُور کے
معنیٰ بھی ایسے نکل سکتے ہوں جو مقامِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کمتر ہوں
منع ہے۔ اللہ کو اپنے محبوبؐ کی توہین اشارتاً بھی گوارا نہیں۔

اور —— محبت کا سب سے بڑا تقاضا یہی ہے کہ جہاں محب کو محسوس ہو کہ
اس کے محبوب کی توہین کی گئی ہے یا اسے نقصان پہنچانے کی کوشش ہوئی ہے یا
اسے تکلیف پہنچائی گئی ہے، وہاں اس کا غضب جوش میں آجائے، وہ محبوب
کے دشمنوں کے خلاف اُٹھ کھڑا ہو —— اس پہلو سے خالقِ حقیقی اور اس کے
محبوبِؐ حقیقی کے باہمی ربطِ محبت پر نظر دوڑائیں تو واضح ہوتا ہے کہ نہ ایسا محب
کبھی ہوا ہے، نہ ایسا محبوبؐ کسی نے دیکھا ہے۔ جب عاص بن وائل نے حضورؐ کے
بارے میں (نعوذ باللہ) "ابتر" کا لفظ استعمال کیا تو اللہ نے سورۂ کوثر نازل فرمادی۔
جس میں حضورؐ کو خیرِ کثیر عطا فرمانے کا ذکر کیا اور فرمایا کہ "ابتر" تو آپ کا دشمن ہے۔
(سورہ کوثر) ابولہب نے حضور حبیبِ کبریا علیہ التحیۃ والثنا کی شان میں گستاخی
کی تو اللہ نے سورۂ لہب نازل فرمادی جس میں اس کے دونوں ہاتھ ٹوٹنے کا کہہ سنا
دیا اور اس کی مکمل تباہی کا اعلان فرمایا۔ اسے اور اس کی بیوی اُمِ جمیل کے جو ابوسفیان
کی بہن تھی، آگ میں دھنسنے کے انجام کا ذکر کیا اور اُمِ جمیل کے گلے میں کھجور کی چھال

کے رسّے کی بات کی (اور وہ اسی طرح مری کہ سر پر گٹھا لا رہی تھی، راستے میں ستانے
کے لیے بیٹھی، گٹھا پیچھے کو کھنچا اور رسّی سے گلے میں پھانسی پڑ گئی)

خداوندِ کریم نے اُس عورت کے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ میں کانٹے بچھایا
کرتی تھی، رسّے کی پھانسی سے مرنے کی پیشگوئی کی اور وہ اسی طرح مری۔ اس کا ایک
مطلب تو یہ ہے کہ محبوبؐ کی توہین و تضحیک کا ارتکاب کرنے کا جو انجام ہونا چاہیئے
اُس کا اعلان کیا گیا اور وہ اسی طرح ہُوا۔ اسی طرح خدا تعالیٰ نے یہ بھی ظاہر فرما دیا کہ
جو آدمی اس کے محبوب صلے اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دے، ان کا مضحکہ اُڑانے کی
کوشش کرے، یا ان کی توہین کرے۔ اس کا انجام یہی ہونا چاہیئے۔ سورہ لہب کی
اس پیشگوئی کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ حضورؐ کی سچائی کو دنیا پر ثابت کر دیا جائے اور
اللہ کی اپنے محبوبؐ سے انتہائے محبت بھی کائنات عالم پر واضح ہو جائے اور
محبت کا یہ اُصول بھی بیان ہو جائے کہ محبوبؐ کے دشمنوں، اُس کے نہ ماننے والوں
اور اس کی اہانت کرنے والوں کے خلاف محب کا اقدام کیا ہونا چاہیئے۔

اسی طرح جب ولید بن مغیرہ نے خالق و مالکِ ہر عالم جلّ وعلا کے محبوبؐ کی
توہین کی، نعوذ باللہ انہیں مجنون کہا تو اللہ تعالےٰ نے سورہ ن (القلم) نازل فرمائی۔
جس میں پہلے تو قلم اور اس کے لکھے کی قسم کھا کر فرمایا، مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ
بِمَجْنُوْنٍ کہ آپ تو اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں ہیں۔ پھر اُس بدبخت
کی دس بُرائیاں گنوائیں کہ وہ بڑا قسمیں کھانے والا ہے، ذلیل ہے، بہت طعنے دینے
والا ہے، بہت اِدھر کی اُدھر لگانے والا ہے، بھلائی سے بڑا روکنے والا ہے، حد سے
بڑھنے والا گنہگار ہے، درشت خو ہے اور اس پر طرّہ یہ ہے کہ حرامزادہ ہے،
اس کی اصل میں خطا ہے، وہ اپنے باپ کا نہیں۔ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ پھر فرمایا۔
سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ۔ کہ ہم اس کی سونڈ پر داغ دیں گے —— اور یہ پیشگوئی
یوں پوری ہوئی کہ جنگِ بدر میں ولید بن مغیرہ کی ناک کٹ گئی اور پھر وہ جدھر سے جاتا تھا
لوگ کہتے تھے کہ یہ وہ ہے جس کے متعلق اللہ نے کہا تھا کہ اس کی ناک داغی جائے گی

اور وہ نشان سامنے ہے چنانچہ وہ جو اس کے زنا کی اولاد ہونے کی خبر تھی، وہ بھی لا[illegible] درست ہوگی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ نے کسی کے اپنے باپ کا بیٹا نہ ہونے کی جو بات قیامت تک چھپائے رکھنے کا اہتمام کر رکھا ہے کہ وہاں بھی لوگ اپنی ماؤں کے نام سے پکارے جائیں گے۔ —— اپنے محبوب کی توہین کے جواب میں استثنائی صورت میں ولید بن مغیرہ کے حرامی ہونے کو نہ چھپایا، بلکہ اس کا اعلان بھی کیا اور اس کے ناک پر نشان لگانے کی پیشگوئی درست کر کے لوگوں پر واضح بھی کر دیا کہ اگر "سنسمہ علی الخرطوم" کی بات درست نکلی ہے تو اس کے والد الزنا ہونے کی بات بھی درست ہی ہے۔ یعنی نہ صرف اللہ تعالیٰ نے اُس کے اپنی اصل پر نہ ہونے کا اعلان کیا، بلکہ ثابت بھی کر دیا کہ وہ بے اصل ہے۔

اب صورت یہ ہے کہ حضور محبوب خالق و مطلوب خلائق (صلے اللہ علیہ وسلم) اپنے خالق کے بھی محبوب ہیں اور مسلمانوں کے لیے بھی اُن کی محبت اصل ایمان ہے۔ اور خالق حقیقی جل جلالہ وعم نوالہ اپنے محبوب پاک کی تعریف بھی کرتا ہے، انہیں نام کے بجائے پیار کے القابات و خطابات سے پکارتا ہے، ان کی بات مانتا ہے اور لوگوں سے اُن کا حکم منوانا چاہتا ہے، ان کی تکلیف کو برداشت نہیں کرتا، ان کی رضا چاہتا ہے، ان کے دوستوں اور نام لیواؤں کو اچھا سمجھتا ہے، دوسروں کو یقین دلاتا ہے کہ اس کے محبوب پاک سب سے اچھے ہیں۔ برداشت نہیں کرتا کہ کوئی حضورؐ کی توہین کرے اور اگر کسی نے اس حرکت کا ارتکاب کیا تو اللہ نے اُس کے خلاف کہا بھی اور کیا بھی۔

اللہ کی اس سنت پر صحابہ کرامؓ نے پوری طرح عمل کیا اور محبت کے سب تقاضوں کو نبھایا۔ مثلاً عاص بن ہشام بن مغیرہ حضرت فاروقِ اعظمؓ کا سگا ماموں تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرتا تھا۔ فارقِ حق و باطلؓ نے جنگ بدر میں اس کے ایسی تلوار ماری کہ اس کے سر کو کاٹتی ہوئی جبڑے تک اُتر گئی۔ اس طرح صحابی رسولؐ نے محبتِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا حق ادا کیا۔ اسی غزوے میں حضرت ابو حذیفہؓ

اپنے کافر باپ عتبہ بن ربیعہ کے مقابلے کے لیے نکلے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں باپ کے مقابلے میں جانے کی اجازت نہ دی اور عتبہ حضرت حمزہؓ کی تلوار سے قتل ہوا (سیرت ابنِ ہشام) ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ کے والد ابوسفیان صلح حدیبیہ کے زمانے میں مدینہ آئے، اپنی بیٹی سے ملنے گئے اور بستر پر بیٹھنے لگے تو حضرت ام حبیبہؓ نے بستر اُلٹ دیا اور فرمایا کہ یہ اللہ کے حبیبؐ کا پاک بستر ہے اور تم مشرک ہونے کی وجہ سے ناپاک ہو" اس لیے تم اس بستر پر نہیں بیٹھ سکتے۔
(صحابہ کا عشقِ رسولؐ از صوفی محمد اکرم رضوی)

حضرت عبداللہ ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک نابینا کی بیوی جس سے اس کے دو بیٹے بھی تھے، حضور علیہ التحیۃ والصلوٰۃ والسلام کی شان میں گستاخی کیا کرتی تھی۔ وہ نابینا منع کرتا تھا، مگر وہ باز نہ آتی تھی۔ آخر ایک دن اس نے چھرا اُس کے پیٹ میں بھونک کر اسے ہلاک کر دیا۔ آقا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں معاملہ پیش ہوا۔ نابینا نے ساری بات سنائی تو حضورؐ نے فیصلہ فرمایا کہ اس عورت کا خون رائیگاں ہے یعنی قصاص وغیرہ کچھ نہیں لیا جائے گا (سننِ ابو داؤد۔ کتاب الحدود)

آقا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فیصلے سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ جو شخص حضور رسول کریم علیہ التحیۃ والصلوٰۃ والتسلیم کی توہین کا مرتکب ہو، اس کا خون اسلام میں جائز ہے اور اس کا کوئی قصاص نہیں۔

کعب ابن زہیر نے حالتِ کفر میں حضورؐ کی ہجو کہی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے قتل کا حکم دے دیا۔ پھر وہ دربارِ مصطفویؐ میں حاضر ہو گئے اور اپنا مشہور قصیدہ "بانت سعاد" پیش کیا جس پر حضورؐ نے انہیں معاف فرما دیا۔ قصیدے کے تین شعر دیکھیے:

نبئت أن رسول اللہ اوعدنی
والعفو عند رسول اللہ مأمول
فقد اتیت رسول اللہ معتذرًا
والعذر عند رسول اللہ مقبول

ان الرسول لنور یستضاء به
مهنّد من سیوف اللہ مسلول (سیرتِ ابنِ ہشام)

یعنی مجھے معلوم ہُوا کہ رسولِ خُدا نے میرے قتل کی وعید فرمائی ہے اور رسُولِ خدا کے یہاں عفو و درگزر کی بھی اُمید ہے۔ تو میں رسُولِ خدا کے یہاں معذرت کیساتھ حاضر ہو گیا ہوں اور معذرت رسول اللہ کی بارگاہ میں مقبول ہے۔ بے شک رسُول ایسے نور ہیں جس سے روشنی حاصل کی جاتی ہے اور وہ خدا کی تلواروں میں سے ایک بے نیام تلوار ہیں (آخری شعر کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ حضور سرکارِ دو عالم صلے اللہ علیہ وسلّم نے اس شعر میں اصلاح فرمائی)

قرآنِ پاک میں خداوندِ دو جہاں کے فرمودات اور احادیثِ پاک میں حضور پیغمبر اسلام علیہ السّلام کے ارشادات سے اور صحابۂ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کے عمل سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ وہ شخص جسے ایمان کا دعویٰ ہے۔ اس کے لیے حضور علیہ التحیۃ والتسلیم کی محبّت نہ صرف ضروری ہے بلکہ سب محبّتوں سے بڑھ کر ضروری ہے اور اس محبّت کے تقاضے یہ ہیں کہ آقا حضور کی ہر صبح و مسا تعریف کی جائے، ان کا حکم مانا جائے، ان کی رضا جوئی میں زندگی گزاری جائے، ان کے دوستوں اور ماننے والوں اور ان سے محبّت کرنے والوں کو اچھا سمجھا جائے اور ان سب سے بڑھ کر یہ کہ جہاں ناموسِ مصطفےٰ (علیہ التحیۃ والثنا) کی حفاظت کا مسئلہ آن پڑے، جہاں کوئی خرِ نا مشخص ان کی توہین و تضحیک کا ارتکاب کر بیٹھے، جہاں ان کی مخالفت کا شائبہ بھی نظر آجائے، وہاں حمیّتِ دینی اور تقاضائے محبّت کے باعث مومن اپنی جان کی بازی لگا دے اور حضور کی شان میں ذرا سی گُستاخی کرنے والے کا قلع قمع کر دے۔ ناموسِ مصطفےٰ کی حفاظت کے لیے جاں نثاری اور جاں سپاری کے واقعات تاریخ کے صفحات میں موجود ہیں۔ کسی بھی دور میں کسی بدبخت نے اہانتِ رسُول کا جرم کیا، اسے سزا دینے کے لیے کوئی نہ کوئی مومن اُٹھ کھڑا ہُوا۔

جنّتِ شُہدا

حدیثِ واعظاں کے ماسوا بھی اک شریعت ہے
سرودِ صوفیاں کے ماسوا بھی اک شریعت ہے
سجودِ قدسیاں کے ماسوا بھی اک شریعت ہے
شہودِ عرشیاں کے ماسوا بھی اک شریعت ہے

بہشتِ حور و غلماں کے سوا بھی ایک جنّت ہے
وہ جنّت کیا ہے، بس اک آرزوئے اہلِ حیرت ہے

تحیُّر ہے جہاں قبل از تماشا، ہاں وہی جنّت
تماشا ہے جہاں پیش از تقاضا، ہاں وہی جنّت
تقاضا ہے جہاں بیش از تمنّا، ہاں وہی جنّت
تمنّا ہے جہاں خلّاقِ جلوہ، ہاں وہی جنّت

تمنّا ہی جہاں اصلِ تماشا، وجہِ حیرت ہے
نہ کوثر ہے، نہ طوبیٰ ہے، نہ رضواں ہے، نہ جنّت ہے

تجلّی کو جہاں چشمِ تماشا بار ہوتی ہے
جہاں کیفِ نظر ہی سے نظر بیکار ہوتی ہے
جہاں تخییل ناکارہ، زباں لاچار ہوتی ہے
جہاں جرأتِ نظر کی، دید کا معیار ہوتی ہے

جہاں بے باکیٔ نظارہ عفّت کی علامت ہے
نظر کی بے حجابی دل کی عصمت کی علامت ہے

ہر اک راہِ وفا جس سمت آخر جا نکلتی ہے
ہر اک بگڑی ہوئی حالت جہاں جا کر سنبھلتی ہے
ہر اک سوئی ہوئی قسمت جہاں کروٹ بدلتی ہے
جہاں ہر شمعِ کشتہ مثلِ نخلِ طُور جلتی ہے

جہاں ہر رات ملتا اک نیا درسِ شرافت ہے
جہاں ہر صبح کھلتا اک نیا بابِ سعادت ہے

جہاں فکر و نظر پر منکشف ہر سرِّ یزداں ہے — جہاں عقل و جنوں کے سامنے فطرت کا میداں ہے
جہاں ذہنِ بشر پر ہر نفس تنزیلِ قرآں ہے — جہاں تسلیمِ روح القدس کو تقدیسِ انساں ہے
جہاں نظّارہ اپنے آپ کا اوجِ بصارت ہے
جہاں دھڑکن خود اپنے دل کی معراجِ سماعت ہے

وہ عالم جس کو ہر عالم میں جانِ عالمیں کہیے — مقامِ علم، اساسِ فکر و بنیادِ یقیں کہیے
جسے ذہنِ ازل کہیے، ضمیرِ اوّلیں کہیے — شعورِ حق و باطل، امتیازِ کفر و دیں کہیے
جہاں چلمن پہ چھائی روئے عذرا کی صباحت ہے
جہاں تشبیہ میں تنزیہ کی پوری شباہت ہے

یہیں کے ہیں، کہیں بھی ہوں، یہ سب نظر و فکر والے — فروغِ آدمیّت کے لیے علم و ہنر والے
یہاں آنے کی جرأت کیا کریں خوفِ خطر والے — تمنّا بھی یہاں کی تو نہ کر پائیں گے ڈر والے
یہ وہ جنّت ہے جس کا راستہ راہِ شہادت ہے
شہادت نام ہے جس کا وہ معراجِ محبّت ہے

شہادت مکتب و مسجد کے حجروں سے نہیں ملتی — کتابوں سے، جریدوں سے، صحیفوں سے نہیں ملتی
مزاروں، خانقاہوں اور تکیوں سے نہیں ملتی — وظیفوں، سخت چلّوں اور فاقوں سے نہیں ملتی
شہادت تو بہائے خونِ مردانِ عزیمت ہے
شہادت بدر و احزاب و اُحد کی اک آیت ہے

شہادت شاہدِ مطلق کی لیکن کارِ مرداں ہے — خرد کی آزمائش ہے، جنوں کا پاسِ ایماں ہے
دلیلِ جذبِ صادق ہے، ثبوتِ صدقِ ایقاں ہے — کمالِ عشقِ پاکاں، منتہائے اہلِ احساں ہے
شہادت جسم و جاں سے سوئے جاناں عزمِ ہجرت ہے
مقامِ "لا" سے سوئے منزلِ "الّا" عزیمت ہے

وہ منزل، جو ہے مبدا اور مرجع ہر مسافر کا — وہ مرکز، نقطۂ تکمیل ہے جو سب دوائر کا
جو منشا ہے نواہی کا، جو مصدر ہے اوامر کا — جہاں واجب ہُوا امکاں عرائض بے جواہر کا
وہ منزل جس کی نیّت ہی بجائے خود عبادت ہے
وہ منزل جس کی جانب ہر قدم پر تازہ جنت ہے

وہ منزل، راہبر جس کا فقط ہے پیرِ مے خانہ — قلندر، فطرت و بے باک فکر و رندِ فرزانہ
امامِ بادہ نوشاں، پیشوائے دینِ رندانہ — نبیِّ مذہبِ صہبا، رسولِ شرعِ پیمانہ
تکلّم جس کا قرآں ہے، تبسّم جس کا آیت ہے
قیام اس کا شریعت ہے، خرام اس کا طریقت ہے

سکھایا جس نے رندوں کو طریقہ بادہ نوشی کا — بنایا تن پرستوں کو طریقہ جاں فروشی کا
بنایا سہل انگاروں کو عادی سخت کوشی کا — گدائے سرنگوں کو عزم بخشا تاج پوشی کا
غلامی جس کے در کی دین و دنیا کی سیادت ہے
مقدّر جس کے بندوں کا زمانے کی امامت ہے

سلام ہر نفس اس پر ہو اور اس کے غلاموں پر — اخوّت کے سفیروں پر، محبّت کے پیاموں پر
رہِ تسلیم جان و جسم کے جرأت خراموں پر — روش ہائے خودی و بیخودی کے تیز گاموں پر
تفکّر جن کا شیوہ ہے، تدبّر جن کی فطرت ہے
نظر پر فاش جن کی خسروی سترِ شہادت ہے

________ خسروی (کراچی)

اعجازِ عشق

میں رسن کو چوم لیتا ہوں تڑپ کر، دار پر
یا پلا دیتا ہے کوئی جامِ کوثر دار پر

یہ غلامانِ محمدؐ کی پرانی ریت ہے
کودتے ہیں آگ میں، چڑھتے ہیں اکثر دار پر

طور پر موسیٰؑ کو پیہم آ رہی ہے یہ ندا
اہلِ دل معراج پا لیتے ہیں چڑھ کر دار پر

یا تہِ شمشیر آتا ہے نظر اعجازِ عشق
یا کھلا کرتے ہیں جانبازوں کے جوہر دار پر

کس قدر ہے تیرے عاشق کو شہادت کی خوشی
کس قدر مسرور ہے اللہ اکبر دار پر

کھینچتا ہے کیوں مجھے محبوب کی آغوش سے
اور رہنے دے مجھے جلاد، دم بھر دار پر

—— اصغر حسین خاں نظیر لودھیانوی

جو شہیدانِ ناموسِ سرکار ہیں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سلام اُن پر ہوئے قرباں جو ناموسِ رسالتؐ پر
خدا کی رحمتیں ہوں ان شہیدانِ محبت پر
ہوئے ہیں ایک پل میں جنت الفردوس کے راہی
نشانِ پاک اُن کے چومتی ہے عظمتِ شاہی
بجھائی زندگی، شمعِ رسالت کو کیا روشن
نبوت کا کیا شاداب اپنے خون سے گلشن
عظیم الشان مقصد کے لیے تھی ان کی قربانی
دکھاتی ہے یہی جوہر اگر ہو روحِ ایمانی
مبارکباد دیتے ہیں فرشتے حق کے پیاروں کو
وفا کیشوں، شہیدوں، غازیوں طاعت گزاروں کو
ہوئی ان کشتگانِ عشق کو حق کی رضا حاصل
میسر آ گئی ان کو سکونِ دامن کی منزل
درِ رحمت کھلا ہے، سرفروشوں پاک بازوں پر
دعا گو ان شہیدوں کے لیے ہے روحِ پیغمبرؐ
ملا انعامِ حق ان کو، نویدِ جاں فزا پائی
فدا ان جاں نثاروں پر ہوئی جنت کی رعنائی
متاعِ غیر فانی ہے وہ اک لمحہ شہادت کا
چمکتا ہو تصور جس میں ناموسِ رسالت کا
ملی ہے دامنِ سرکارؐ سے وابستگی ان کو
عطا کی ہے خدائے پاک نے وارفتگی ان کو

رہِ حق کے مسافر واجب التعظیم ہوتے ہیں
رضائے حق کے جویا، خوگرِ تسلیم ہوتے ہیں
شہیدوں نے دیا ہے درس ہم کو جاں نثاری کا
فنا ہو کر دکھایا راستہ عالی وقاری کا
گزر آئے ہیں میدانِ عمل سے سرخرو ہو کر
سراپا ملتِ اسلامیہ کی آبرو ہو کر
گلستانِ وفا کی ہے بہارِ جاوداں ان سے
ہے عشق و سوز و مستی کا درخشندہ نشاں ان سے
زبانوں پر ترانے ہیں انہی کی کامرانی کے
حصولِ شادمانی کے، حیاتِ جاودانی کے
ہے ان کی ہر ادا میں نکہت و خوشبو محبت کی
جنابِ مصطفیٰؐ کی ذات سے حُسنِ عقیدت کی
شہادت ایک تمغہ ہے شجاعت کا، حمیّت کا
یہ اک اعجاز لافانی ہے آقاؐ کی محبّت کا
شہادت گاہِ الفت میں ہے، تزئین وضیا ان سے
دلوں کا نور ہے ان سے خیالوں کی جِلا ان سے
اسی سے دامنِ فکر و نظر ہوتا ہے نورانی
یہی جذبہ ہے جس سے خونِ مسلم میں ہے جولانی
حبیبؐ اللہ کی الفت کو سوزِ جاں میں ڈھالا ہے
شہادت ان کے جذب و شوق کا رنگیں نوالہ ہے
ملے گا تا ابد ہر ایک دل میں احترام ان کا
قیامت تک رہے گا، زندہ و پائندہ نام ان کا

حافظ لدھیانوی (فیصل آباد)

تحفظِ ناموسِ رسالتؐ

اہمیّت اور تقاضے

تحریر: پروفیسر محمد اکرم رضا (گوجرانوالہ)

حضور سلطانِ دوعالم، افتخارِ آدم و بنی آدم جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ گرامی حُسنِ صورت اور جمالِ سیرت کے لحاظ سے اس قدر اکمل اور جامع ہے کہ ازل سے ابد تک کے تمام شخصی و تہذیبی محاسن ایک جگہ پر جمع کر دیے جائیں تو پھر بھی ان کا موازنہ محبوبِ خدا علیہ التحیۃ والثنا کی جامع الصفات شخصیت کی ہمہ جہتی فضیلت کے ساتھ نہیں کیا جا سکتا۔ اسی لیے آپؐ کا اسمِ گرامی محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) رکھا گیا کہ آپ سے بڑھ کر کسی اور شخصیّت کی تعریف و مدحت ممکن ہی نہیں ہے اور اسی لیے آپ کو "احمد" (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے صفاتی نام سے پکارا گیا کہ آپ سے زیادہ اور کوئی ہستی اپنے خالق کی توصیف کا حق ادا نہیں کر سکتی۔ جب ایک مسلمان عشق و عقیدت کو اپنا راہنما تسلیم کر کے اپنے آقا و مولا (علیہ التحیۃ والثنا) کی عظمتوں کا تصور کرتا ہے تو ورطۂ حیرت میں کھو جاتا ہے کہ ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کس قدر ارفع و اعلیٰ ہے، کس قدر بلند مرتبت اور عالی نسب ہے۔ کس قدر فضیلت مآب ہے، کس قدر محترم، مکرم اور اکرم ہے، کس قدر رحمت شعار اور ہر عالم کے لیے وجہِ افتخار ہے۔ کس درجہ مظہرِ الطاف کردگار ہے۔ فکرِ انسانی عاجز ہو کر اسی پر اکتفا کرتی ہے کہ

لایمکن الثناء کما کان حقہ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

محبوب جس قدر بے مثال اور بے نظیر ہوگا اس کے چاہنے والوں کے دلوں میں محبت کا جذبہ اسی قدر تیز تر اور سربلند ہوگا اور جب اس محبوب کی شخصیت اور احترام کے روشن نقوش محبِ صادق کے قلب وجان میں نقش ہوجائیں گے تو پھر یہ چاہت اپنی انتہائی سربلندیوں کو چھوتے ہوئے اس عشقِ سرمدی کا روپ اختیار کرلے گی جس کی بدولت محبوب کے ناموس اور اس کے مقام و مرتبہ پر تصدق ہوجانا ایک فطری تقاضا تصور کیا جاتا ہے۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو سلطان اقالیم دوعالم جناب محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام محبوب خدا بھی ہیں اور محبوبِ خلائق بھی۔ آپ جامع الخصائل بھی ہیں اور مجمع الکمالات بھی۔ آپ نورِ خدا کا مظہر بھی ہیں اور عشاق کی چاہتوں کا مرکز بھی۔ آپ کے جمال جہاں آرا کو جس نے ایک مرتبہ دیکھا، دیکھتا ہی رہ گیا۔ آپ کے کمال سیرت کو جس نے ایک بار دل میں بسالیا، پھر ہمیشہ کے لیے اسی کوچۂ بے کس نوا کا ہو کر رہ گیا۔ آپ کی حیثیت اس شمع لازوال کی تھی جس کی تب و تاب میں جملہ انبیاء و رسل کے محامد و محاسن کی جھلک محسوس ہوتی تھی۔ پروانے شمع کی ایک جھلک دیکھ کر قربانی و ایثار کے نام پر ایک لمحہ کے لیے بھی جھجک کا شکار نہیں ہوتے بلکہ اس کے حسن جہاں افروز پر قربان ہونے کو ہی اپنی سب سے بڑی کامرانی سمجھتے ہیں۔ حضور سرورِ کائنات (علیہ الصلوٰۃ والسلام) جب شمع انوارِ توحید کی صورت میں جلوہ گر ہوئے تو پھر جانثاریوں اور فداکاریوں کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہوگیا۔ یہ سلسلہ صحابہ کرامؓ کے دورِ سعید سے شروع ہوا اور آج تک جاری ہے اور ان شاء اللہ ابد کی آخری ساعتوں تک ناموسِ مصطفوی

(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر پروانہ وار نثار ہونے کا یہ جذبہ اہلِ ایمان کے دلوں کی دھڑکن بن کر سلامت رہے گا۔

تحفظِ ناموسِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اصل روح حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا یہ فرمانِ اقدس ہے کہ "تم میں سے کوئی اس وقت تک کامل مومن نہیں ہوسکتا۔ جب تک میں اسے مال، جائیداد، اولاد، ماں باپ حتیٰ کہ اس کی اپنی زندگی سے عزیز تر نہ ہوجاؤں"۔

حفیظؔ جالندھری کے لفظوں میں:

محمدؐ کی محبت دینِ حق کی شرطِ اول ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو ایمان نامکمل ہے
محمدؐ کی غلامی ہے سند آزاد ہونے کی
خدا کے دامنِ توحید میں آباد ہونے کی

تحفظِ ناموسِ رسالت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہر صاحبِ ایمان کے دل کی آواز اور اس کی عقیدت کا اعزاز ہے۔ ہر مسلمان اپنے آقا و مولا (علیہ الصلوٰۃ والثناء) کی عزت و توقیر پر فدا ہونا ایمان کی بنیاد سمجھتا ہے۔ یہی تعلیماتِ قرآنی کی تاثیر ہے اور یہی احکامِ ربانی کی تفسیر ہے۔ عترتِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر کٹ مرنا اور ناموسِ رسالت پر جان لٹا دینا ابدی کامرانی کی دلیل ہے۔

میں پندرھویں صدی ہجری کے پہلے عشرہ میں مادیت کی ظاہری چکاچوند اور باطل فلسفوں کی بے اساس روشنیوں سے جان بچا کر تخیل کے راہوار پر سوار عشق و عقیدت کو خضرِ راہ بناتے ہوئے حیاتِ مصطفوی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ان ایمان افروز ادوار کا احاطہ کرتا ہوں جب مہر عالمتاب نبوت اپنے چاہنے والوں

کے درمیان بنفسِ نفیس جلوہ گر تھا۔ ہر طرف انوار کی ضوباری تھی، فضائیں تجلّی ریز تھیں تو ہوائیں عطر بیز، ہر ساعت حاصلِ زندگی تھی تو ہر لمحہ پیامِ کمالِ شوق۔ عشّاق کی آنکھیں تھیں کہ سُلطانِ خوبانِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جلووں کو ـــــ دیکھ کر سیری نہیں ہوتی تھیں۔ میں تاریخ کی اوٹ میں جھانکتا ہوں تو غزوۂ بدر کا آوازہ میرے کانوں میں گونجتا ہے۔ یہ میرے لاشعور کی آواز ہے جو نسلاً بعد نسلاً میری سانسوں اور یادوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ میرے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کفّار کے مقابلے کی دعوت دیتے ہوئے انصار کے احسانات کا تذکرہ کرتے ہیں کہ کفّارِ مکّہ کی لڑائی ہم سے ہے، تم اگر پیچھے ہٹنا چاہو تو میری طرف سے کوئی مواخذہ نہیں ہوگا، سب دم بخود ہیں، سانسیں رُک چکی ہیں۔ معاً حضرت سعد بن عبادہؓ کی آواز گونجتی ہے:

"خدا کی قسم آپ فرما دیں تو ہم سمندر میں کود جائیں"۔

ابھی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مرحبا ہی کہا تھا کہ حضرت مقدادؓ گویا ہوئے:

"ہم قوم موسیٰ کی طرح یہ نہ کہیں گے کہ آپ اور آپ کا خدا جا کر لڑیں۔ ہم آپ کے دائیں سے، بائیں سے سامنے سے اور پیچھے سے لڑیں گے"۔

پھر تحفظِ ناموسِ رسالت کے نام پر بدر کا معرکہ بپا ہوتا ہے۔ ننھے افراد لوہے میں غرق افراد کو تہ تیغ کر رہے ہیں۔ دو ننھے شاہین حضرت معاذؓ اور حضرت معوذؓ مجاہدانہ یلغار کے ساتھ آگے بڑھ کر ابوجہل پر جھپٹتے ہیں اور قبل اس کے کہ وہ موت کے ان معصوم پیامبروں کے جذبے کا امتحان لینے کے لیے خود کو آمادہ کر سکے، یہ شاہین ننھی تلواروں کے ساتھ اسلام کے سب سے بڑے دشمن اور سُلطانِ دو عالم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے سب سے بڑے بدخواہ کو فنافی النّار

کر دیتے ہیں۔ اس کا انعام انہیں یوں عطا ہوتا ہے کہ شہادت کی خلعت لہو رنگ انہیں اپنے دامن میں ڈھانپ لیتی ہے۔

یہ عقل کی نہیں، عشق کی جنگ تھی، یہ خرد کا نہیں، جذبے کی تپش کا معرکہ تھا۔ جس میں جذبۂ محبتِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی روشن مثالیں اس کثرت کے ساتھ نظر آتی ہیں کہ عقل دم بخود ہو کر عشق کی قد آوری کے پیچھے پناہ ڈھونڈنے لگتی ہے۔ اس غزوہ میں سیدنا صدیق اکبرؓ تحفظِ ناموسِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام پر اور آپ کے بیٹے ابوجہل کی زیرِ قیادت لڑ رہے تھے۔ جب اس بیٹے نے اسلام قبول کر لیا ایک دن سیدنا صدیق اکبرؓ سے عرض کیا۔

"ابّا جان! آپ غزوۂ بدر میں متعدد مرتبہ میری تلوار کی زد میں آئے مگر میں نے محبتِ پدری سے مغلوب ہو کر تلوار کو پیچھے ہٹا لیا"۔

سیدنا صدیق اکبرؓ نے فرمایا:

"بیٹے! مجھے ربِ کعبہ اور شانِ مصطفوی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی قسم، تو ایک مرتبہ بھی میری تلوار کی زد میں آجاتا تو مقامِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے تحفظ کے نام پر تیری گردن اڑا دیتا"۔

تحفظِ ناموسِ رسالت خدا کو کس قدر عزیز ہے؟ ــــ میں خود سے سوال کرتا ہوں۔ معاً میرا باطن پھر مجھے اس دورِ قدسی میں لے جاتا ہے جب جنت کے گلزاروں کی بشارت دینے والے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبلیغ اسلام اور اعلائے کلمۃ الحق کے مقدس مشن کو عام کرتے ہوئے مکّی زندگی میں دشمنانِ تیرہ باطن کی طرف سے مسلّط کردہ ہر قسم کے شدائد برداشت کر رہے تھے۔ ایک روز سلطانِ دو عالم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے قریشِ مکہ کے ہجوم کو

بلایا، پہلے اپنے کردار کے بارے میں دریافت کیا۔ جب بدترین مخالفین نے بھی
انھیں امین اور صادق تسلیم کر لیا تو پھر انہیں توحیدِ خداوندی اور اپنی رسالت کا
سرمدی پیغام سنایا بس پھر کیا تھا، آپ کے چند جاں نثاروں کے علاوہ پورا
مجمع آپ پر آوازے کسنے لگا۔ جن میں سے بدترین آوازہ آپ کے بدبخت
چچا ابولہب کا تھا جس نے ذلّت کی انتہا کو چھو کر کہا:

"اے محمدؐ! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تمہارے وہ ہاتھ ٹوٹ جائیں جن سے
تونے ہمیں یہاں بلایا ہے"۔

ابولہب کے اس خبثِ باطن، دریدہ دہنی اور انتہائی ذلیل طرزِ گفتگو نے
زمین و آسمان کو لرزا دیا، کرسی و عرش کپکپا اُٹھے۔ وہ جس کے لبوں سے جنت کی
بشارت اور شفاعت کا مژدہ عطا ہو، جس کے ہاتھ اپنے اندازِ بخشش سے
گداؤں کو غنی کر دیں، اس کے بارے میں اس درجہ خرافات۔ ہر شخص مُہر بہ لب
تھا، میرے آقا خاموش تھے۔ بہت کچھ کہہ سکتے تھے مگر شانِ رحمۃ للعالمینیؐ آڑے
آرہی تھی۔ آپ کے صبر اور خاموشی کا انتقام آوازۂ خداوندی نے لیا۔ اور ربِ کریم
نے ناموسِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے مخالف سے اس درجہ سخت انداز
میں خطاب کیا کہ پورے قرآن میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ یوں محسوس ہوتا تھا
جیسے ابولہب اور اس کے خاندان پر ابدی اور دائمی لعنتوں کے سلگتے ہوئے
پتھر برس رہے ہوں۔ خدائے جبّار و قہّار مصروفِ ارشاد تھا:

"ٹوٹ گئے ہاتھ ابولہب کے۔ اور ٹوٹ گیا وہ آپ۔ کام نہ آیا اس کو
مال اس کا اور نہ جو اُس نے کمایا۔ اب پڑے گا ڈیک مارتی آگ میں۔ اور اس
کی بیوی جو سر پر لیے پھرتی ہے ایندھن۔ اس کی گردن میں رسّی ہے مونجھ کی"۔

(سورۃ اللھب)

اور چشمِ عالم نے دیکھا کہ وہی کچھ ہوا جو ارشادِ خداوندی تھا، ابولہب
ذلّت و رسوائی کی موت مرا اور اس کی بیوی اس قدر عبرت ناک انجام سے دوچار
ہوئی کہ موت کے وقت دنیا میں ہی اس کی نظروں میں عذابِ جہنّم کا نقشہ
کھنچ گیا۔ سچ تو یہ ہے

مثالِ بولہب گستاخ دربارِ رسالت کے
نبیؐ سے بچ بھی جائیں تو خدا سے کیسے بچتے ہیں (اکرم رضا)

قرآنِ حکیم نے جس قدر زورِ عظمت و شانِ مصطفوی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)
پر زور دیا ہے اور احترامِ محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جتنی تاکید کی ہے،
اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خدا کو ناموسِ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا تحفظ کس قدر
عزیز ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ خدائے کریم قرآن میں حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم
کے غیر معمولی محامد و محاسن بیان کر کے ہی آپ کے ناموس کے تحفظ کو ایمان کا
لازمی جزو قرار دے سکتا تھا۔ اس لحاظ سے دیکھیں تو قرآنِ حکیم حضور محمد مصطفیٰ علیہ
التحیۃ والثناء کے ظاہری و باطنی کمالات کا اعلانِ عام ہے۔ آپ کی رحمتِ عام،
آپ کا شفاعتِ انس و جاں کا پیغام، کہیں یٰسٓ وطٰہٰ اور مزمّل و مدثّر کے
خطاب، کہیں آپ کے شہرِ مقدس کی قسم، کہیں آپ کی پسندیدہ اشیاء کی
قسم، کہیں آپ کی دلی خواہش پر تبدیلیِ قبلہ کا حکم، کہیں آپ کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ
قرار دینا، کہیں آپ کو ہر قسم کے فیوض و برکات کی کثرت کا مژدہ سنانا، کہیں
آپ کے دشمنوں کو ذلیل و خوار کرنا اور ابتر بتانا، کہیں آپ کو "ورفعنا لک ذکرک"
کا تاج پہنانا، کہیں آپ کی اطاعت و خوشنودی بتانا، کہیں آپ کو عرشِ علیٰ پر
بُلا کر مہمانِ خاص کا خلعتِ دوام پہنانا، کہیں آپ کے ہاتھوں دینِ اسلام کا اکمال
کر کے آپ کو رہتی دنیا تک کے لیے محسنِ اعظم کی مسندِ خاص پر بٹھانا اور تمام

اعزازات و اکرامات عطا کر کے خود ہی آپ کی محافظت کا ذمہ اٹھاتا کہ
"کافر ارادہ کرتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھا دیں۔ مگر خدا اپنے
نور کو اکمال پذیر کر کے رہے گا۔ کفار اور منکرینِ شانِ رسالت اس کو نقصان پہنچانے
کے لیے جو چاہے کرتے رہیں گے"۔

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

اب ظاہر ہے کہ ایک صاحبِ ایمان اس ہستیٔ عظیم کے ناموس اور
عزت کے لیے جان لڑا سکتا ہے جو خدا کو بھی عزیز ہو اور مخلوقِ خدا کو بھی، جو افضل الخلائق
بھی ہو اور "بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر" کا مصداق بھی۔ خدا اپنے ملائکہ کی جمعیت
کے ساتھ جس کی شان میں رطب اللسان ہو کر فخر محسوس کر رہا ہو، ایسی عدیم النظیر
ہستی پر اپنی متاعِ حیات لٹا کر بھی مسلمان سمجھتا ہے کہ اس نے بہت سستا سودا
کیا ہے کیونکہ جس زندگی کو وہ قربان کر رہا ہے وہ تو خدا کی دی ہوئی امانت ہے
جب کہ اس فدا کاری کے بدلے میں جو القابات سرمدی عطا ہو رہے ہیں، وہ
ایک جان کیا ہزاروں زندگیوں کی مجموعی قدر و قیمت سے کہیں زیادہ افضل و
سربلند ہیں۔

اس لیے جب ہم تحفظِ ناموسِ رسالت کے جذبے کی اصل مقامِ مصطفیٰ
(علیہ التحیۃ والثناء) کی رفعتوں کو قرار دیتے ہیں تو یہ عقدہ ایک آن میں حل ہو جاتا
ہے کہ تحفظِ مقامِ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر قربان ہونے والے کیوں مسکراتے
ہوئے موت کی وادیوں کی طرف چلتے رہے۔ موت اس کائنات کی سب سے
بھیانک حقیقت ہے مگر عشاقِ مصطفیٰ (علیہ الصلوٰۃ والثناء) کے لیے موت کی
حیثیت فقط ایک پُل کی تھی جسے عبور کر کے حبیب اپنے حبیبؐ سے جا ملتا تھا۔

تحفظِ ناموسِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا احساس دل کی خلوتوں
سے اُبھرتا، آنکھوں سے عقیدت کے آنسوؤں کا خراج لیتا، جذبات کو ناموسِ حضور
(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر مر مٹنے کے لیے آمادہ کرتا اور سر کو درگہِ رسول (صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم) پر فدا کاری کے آداب سکھاتا ہے۔ ماضی ہو یا حال، یا حال کی
کوکھ سے اُبھرنے والا مستقبل، ہر لحظہ ہر آن اُمتِ مصطفوی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)
کے پیشِ نظر اپنے آقا و مولا (علیہ التحیۃ والثناء) کی عزت و ناموس پر کٹ مرنے
کا جذبہ موجود رہا ہے۔ جیسا کہ ہم نے پہلے عرض کیا، عشق و عقیدت کی کٹھن راہوں
پر وہی چل سکتا ہے جس کے دل میں مقامِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی
شمع پوری ایمانی تب و تاب کے ساتھ جل رہی ہو۔ ہم عقیدت و احترام کے
حوالے سے عشاقِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے کارواں سالار سیدنا امام مالکؒ
رحمہ اللہ تعالیٰ کے حوالے سے ایک تاریخی حقیقت کا جائزہ لیتے ہیں:

"ایک مرتبہ خلیفہ ابو جعفر منصور عباسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کی مسجد میں امام مالکؓ سے مناظرہ کیا۔ اثنائے مناظرہ میں آواز بلند کی۔ حضرت امام
نے فرمایا اے امیر المومنین! اس مسجد میں اپنی آوازوں کو بلند مت کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ
نے ہمیں یوں ادب سکھایا ہے کہ اپنی آواز حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی
آواز سے پست رکھا کرو۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا احترام وفات شریف کے بعد
بھی ویسا ہی ضروری ہے جیسا حالتِ حیات میں تھا۔ یہ سن کر ابو جعفر دھیما پڑ گیا
اور کہنے لگا۔ امام مالک! کیا میں قبلہ رُو ہو کر دعا مانگوں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کی جانب منہ کروں۔ امام مالکؒ نے جواب دیا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کی طرف سے اپنا منہ کیوں پھیرتے ہو، حالانکہ وہ قیامت کے دن تمہارے اور
تمہارے باپ آدم کے وسیلہ ہیں۔ بلکہ تم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی طرف

منہ کرو اور آپ ہی کے وسیلے سے دعا مانگو، اللہ تعالیٰ قبول کرے گا۔ کیونکہ ارشادِ باری
ہے" اور اگر یہ لوگ جس وقت اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں، آپ کے پاس آتے اور
خدا سے بخشش مانگتے اور پیغمبر اُن کے لیے بخشش مانگتے تو وہ اللہ کو معاف کرنے
والا مہربان پاتے"۔ (شفا شریف۔ وفاء الوفا جزو اول)

اسی طرح اُم المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اگر مسجدِ نبوی
(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے گرد کسی مکان میں میخ ٹھونکنے کی آواز سنتیں تو کہلا بھیجتیں
کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت نہ دو۔ سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے
اپنے گھر کے دونوں کواڑ مناصع میں بند کرائے کہ مبادا لکڑی کی تیاری میں اس کی آواز
سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت پہنچے۔ (وفاء الوفا جزاول)

حضرت نافع روایت کرتے ہیں کہ عشاء کے وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ
مسجدِ نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں تھے۔ ایک شخص کے ہنسنے کی آواز کان میں آئی۔
آپ نے اسے بلا کر پوچھا، تم کون ہو۔ اس نے اپنا تعلق بنو ثقیف سے بتایا۔ سیدنا
عمرؓ نے پھر پوچھا کیا تم اس شہر کے رہنے والے ہو۔ اس نے کہا کہ میں طائف کا رہنے
والا ہوں۔ یہ سُن کر آپ نے اسے دھمکایا کہ اگر تم مدینہ کے رہنے والے ہوتے تو
میں تمہیں سزا دیتا۔ اس مسجد میں آوازیں بلند نہیں کی جاتیں۔ (وفاء الوفاء)

سیدنا امام مالک علیہ الرحمہ نے تمام عمر مدینہ منورہ میں بسر کی۔ بپاسِ ادب
کبھی مدینہ شریف کے حرم کی حد میں بول و براز نہیں کیا۔ (شفاء شریف)

غرضیکہ کس کس صاحبِ نظر کا تذکرہ کیا جائے۔ وہاں تو حیاتِ مصطفیٰ
(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا تصور ہی احترام و عقیدت کی حد تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
ہماری آوازوں کو اسی طرح سماعت فرما رہے ہیں جس طرح حیاتِ ظاہری میں فرماتے
تھے۔ اور اسی لیے وہ بلند آہنگ لہجے میں بات کرتے ہوئے اس احساس کے

ساتھ لرز اُٹھتے تھے کہ کہیں گستاخی کا ارتکاب نہ ہو جائے کیونکہ یہاں تو یہ تمنا مچل
رہی ہوتی ہے کہ

اپنی پلکوں سے درِ یار پہ دستک دینا
اونچی آواز ہوئی، عمر کا سرمایہ گیا

اس تناظر میں یہ امر مسلّمہ ہے کہ محب اسی محبوب پر اپنی جان قربان کرتا ہے جو
صورت و سیرت میں اکمل ترین ہے اور جو اس کی ظاہری آنکھوں سے نہاں ہو کر
بھی اس کے قلب و جاں میں عیاں رہے۔ جس نے ظاہری آنکھوں سے دیکھنے کے لیے
عشاق کی نگاہیں ہمیشہ بحر کی نمی سے وضو کرتی رہتی ہیں مگر جب قرآنِ حکیم کے مقدس
متن کے پیش منظر میں جھانکتے ہیں تو اس محبوبِ ربِ لم یزل کا نوری سراپا نگاہِ باطن
کو خیرہ کرنے لگتا ہے۔ دراصل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیاتِ باطنی اور آپ کی
بے عیب شخصیت کا تصور ہی وہ قوت ہے جو چاہنے والوں کے دلوں میں ہر آن
موجزن رہتی ہے۔ یہی قوت کبھی عشق و عقیدت کا روپ اختیار کرتی ہے اور کبھی
محبت و وارفتگی کے نام پر جاں سپردگی کے آداب سکھاتی ہے۔ کبھی مردہ رگوں میں
خونِ زندگی بن کر دوڑتی اور کبھی بنجر دلوں کی کھیتیوں کو شہیدِ الفت مولانا کفایت علی کافی
رحمۃ اللہ علیہ کے جذبۂ شہادت کے نام پر احساساتِ عشقِ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)
کے اس گلاب کی تازگی عطا کرتی ہے کہ

کوئی گل باقی رہے گا، نے چمن رہ جائے گا
پر رسول اللہ کا دینِ حسن رہ جائے گا

اس وقت جب کہ میں تحفظِ ناموسِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام پر تاریخ و
احادیث کے حوالے سے جگمگاتے ہوئے ستاروں کو یکجا کر کے انہیں ایک کہکشاں

کاروپ دینے کی کوشش کر رہا ہوں تو میرے سامنے نکہت و نور کی اس طرح جلوہ گری
نظر آتی ہے کہ میری باطنی نگاہیں تاریخ کی اوٹ میں پناہ لے کر بھی اس کی لمعافشانیوں
کا احاطہ نہیں کرسکتیں۔ میں ماضی، حال اور مستقبل کے حوالے سے تاریخی حقائق کو ترتیب
کاروپ چاہتا ہوں مگر عشق و عقیدت کے ایمان افروز نظائر اپنی اپنی اولیت
اور زمانی و مکانی فوقیت ثابت کرنے کے لیے میرے خامۂ عاجز اور ذہنِ ناپختہ
کی سعی کو آزمائش میں ڈال دیتے ہیں۔ عشاقِ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)، واقعات
اور تحفظِ مقامِ مصطفیٰ (علیہ التحیۃ والثناء) کے نام پر قربانیوں کو ترتیب دینا مجھے اپنے
بس سے باہر نظر آتا ہے۔ حق تو یہ ہے کہ چودہ صدیوں کے ایمان افروز افق پر تواتر
سے نکھری ہوئی داستانِ عقیدت کو ترتیب دینا کسے آتا ہے۔ یہاں تو قدم قدم پر
جان پر بازی لگتی ہے، دل و جان نذر کرنے پڑتے ہیں، خرد کی تیرہ بختی سے جان
چھڑا کر جنوں کی فداکاری کو شعار بنانا پڑتا ہے۔ یہاں لفظوں کی مناجات نہیں بلکہ
عمل کی سوغات مقبول ہوتی ہے، یہاں اشعار کے بے رنگ گجرے نہیں بلکہ
شہادت کے لہو رنگ گلدستے باریاب ہوتے ہیں:

یہ شہادت گہِ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

میں تخیل کو پھر خضرِ راہ بناتا ہوں، مجھے کہیں سیدنا زیدؓ اور کہیں سیدنا خبیبؓ
کفار کے نرغے میں نظر آتے ہیں۔ ایک منظم سازش ہے کہ مسلم مبلغین، حفاظ اور
شارحینِ دینِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو کسی نہ کسی بہانے مدینہ منورہ سے
دور دراز کی بستیوں میں لے جا کر شہید کر دیا جائے۔ یہ عشاق سرمست اپنے آقا و مولا
(علیہ التحیۃ والثناء) سے اجازت طلب کر کے جاتے ہیں مگر نگاہوں میں ہمہ وقت

آپ ہی کے جلوے ہیں۔ کفار سیدنا زیدؓ کو اپنی بستی میں لے جا کر ظلم و تشدد کی انتہا
کر دیتے ہیں، انہیں کانٹوں پر گھسیٹا جاتا ہے، پتھروں کی بارش کی جاتی ہے،
لباس تار تار ہے تو جسم فگار، ہر بُنِ مُو سے لہو رِس رہا ہے، میلوں تک گھسیٹ
کر لے جانے کے بعد ایک میدان کو ان کا مقتل بنا دیا جاتا ہے، سولی گاڑ دی جاتی
ہے۔ کفار کا سردار نہایت تکبّر سے پوچھتا ہے کہ
"زید! اب تو تم کہتے ہوگے کہ میں نے اسلام قبول کیوں کیا اور کاش اس وقت
پھانسی کے پھندے میں میری گردن نہ ہوتی بلکہ محمد کی گردن ہوتی" (نعوذ باللہ)
تو اس وقت زیدؓ نے اپنے جسم کی بکھرتی ہوئی قوتوں کو یکجا کیا، پھانسی کے
پھندے کو راہِ وفا کا نذرانہ سمجھ کر قبول کرتے ہوئے جو جواب دیا وہ قیامت تک
ناموسِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے لیے جان لٹانے والوں کو عقیدت کا
چلن سکھاتا رہے گا۔ میں پلکوں کے کناروں پر لرزاں آنسوؤں کو روک کر تاریخ
کی زبان سے سیدنا زید کا یہ جواب سن کر اپنی نامسلمانی پر پشیماں ہونے لگتا ہوں کہ:

مجھے ہو نازِ قسمت پر اگر نامِ محمدؐ پر
یہ سر کٹ جائے اور تیرا سراپا اس کو ٹھکرائے
یہ سب کچھ ہے گوارا، پر یہ دیکھا جا نہیں سکتا
کہ ان کے پاؤں کے تلوے میں اک کانٹا بھی چبھ جائے

اور پھر تاریخ کے حوالے سے تحفظِ ناموسِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا
زرّیں عنوان بن کر مجھے غزوۂ اُحد کا وہ مجاہد یاد آتا ہے جو زخموں سے چور ہے۔ اس
کے جسم کا کوئی عضو ایسا نہیں جہاں تیروں اور تلواروں کے زخم نہ لگے ہوں، اس
پر نزع کا عالم طاری ہے۔ اس کے ساتھی اسے پانی پلانے کی کوشش کرتے ہیں

محرّوہ کہتا ہے کہ میری آخری تمنا رُخِ مصطفیٰ (علیہ التحیۃ والثناء) کی زیارت ہے کہ
جس کے لیے قربان ہو رہا ہوں، آخری سانسوں میں وہ سامنے ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ
وآلہٖ وسلم کو اطلاع ملتی ہے۔ آپ اس مجاہد کی طرف چلتے ہیں۔ ادھر سے وہ اپنی بکھرتی
ہوئی سانسوں کی ڈوری کو سمیٹتے ہوئے محبوبِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف
لپکتا ہے۔ گھسٹتے گھسٹتے وہ سلطانِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قریب پہنچ گیا۔
میرے آقا (علیہ التحیۃ والثناء) کی چشمِ رحمت نواز نے اس کی طرف دیکھا۔ اس
بجھتے ہوئے چراغ میں زمانے بھر کی روشنی سمٹ آئی۔ اس نے ڈبڈبائی ہوئی
آنکھوں سے حضور (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی طرف دیکھا۔ محبوب و محب کی نگاہیں
ملیں۔ دونوں طرف آنسو تھے۔ ایک طرف کے آنسوؤں میں رحمتِ بے کراں کی
جلوہ سامانی تھی تو دوسری طرف کے اشکوں میں سرخروئی کی شادمانی۔

پھر اسی غزوۂ اُحد کے حوالے سے مجھے وہ جواں ہمت، بلند بخت اور
سعید قسمت خاتون تحفظِ ناموسِ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ایک نیا عنوان رقم
کرتی نظر آتی ہے۔ جب اس غزوہ میں سلطانِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شہادت
کی افواہ سن کر مدینہ سے روتی ہوئی چل پڑی تھی۔ راستے میں لوگ ملتے گئے۔ کسی
نے کہا تمہارا باپ شہید ہو گیا، کسی نے خاوند اور بھائیوں کی شہادت کی خبر سنائی
تو کسی نے بیٹوں کی شہادت کے بارے میں آگاہ کیا۔ وہ خاتون ان سب کی شہادت
پر "الحمدللہ الحمدللہ" کا آوازہ بلند کرتی ہوئی فقط یہی سوال کرتی رہی کہ

"میرے لیے خوشی کا مقام ہے کہ میرے خاندان کا ہر فرد ناموسِ رسالت
پر تصدق ہو گیا مگر میں نے تم سے ان کے بارے میں پوچھا ہی کب ہے۔ مجھے
تو یہ بتاؤ کہ حضور رحمۃ للعالمین (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کیسے ہیں؟"

اور پھر اسے سامنے سے آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف لاتے ہوئے

نظر آتے ہیں۔ اسے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے ادبار کے بادل چھٹ گئے ہوں،
رنج و آلام مٹ گئے ہوں، مصائب کا خاتمہ ہو گیا ہو۔ ——— اس
کی بے چین روح کو یکلخت قرار آگیا ہو۔ بے قرار ساحلِ تمنا کو سکون کی دولت
عطا ہو گئی، اس کے آنسوؤں کے جھرنے یکلخت تھم گئے۔ اس مقام پر حفیظ جالندھری
میرے اور اس محسنِ اسلام خاتون کے درمیان حائل ہو کر ترجمانی کا فریضہ سنبھال
لیتے ہیں:

نظر آیا کہ ہاں جلوہ فگن نورِ تجلّی ہے
پکار اُٹھا کہ اب میری تسلّی ہی تسلّی ہے
تسلّی ہے، پناہِ بے کساں زندہ سلامت ہے
کوئی پروا نہیں، سارا جہاں زندہ سلامت ہے

ماضی اور حال میرے سامنے گڈمڈ ہو رہے ہیں۔ میں دبی ہوئی راکھ میں چنگاریاں
تلاش کر رہا ہوں۔ میں عزم گزیدہ ہوں اس لیے اس کوشش میں ہوں کہ انگلیاں جھلسنے
نہ پائیں۔ عصرِ حاضر کا کتنا بڑا فریب ہے۔ تحفظِ ناموسِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)
کی صدا بھی بلند کی جائے اور قربانی و ایثار کو قصۂ پارینہ سمجھ کر صرف چند الفاظ کو ہی
متاعِ سرخروئی تصوّر کر لیا جائے۔ مصلحت کو امام اور حزم کو چراغِ راہ سمجھ لیا جائے۔
کتنا بہادر، وجیہ اور تاریخ ساز تھا نواسۂ رسول جو اپنی ہی بہن، اپنے تمام
خاندان کی زندگیوں کے سرمائے کو ایک مالا میں پرو کر کربلا کی تپتی ہوئی سرزمین
پر لے آیا تھا۔ جسے نجانے کس کس نے روکا ہو گا مگر وہ تو راکبِ دوشِ نبوت
تھا، جگر گوشۂ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اور نورِ نظر فاطمۃ الزہرا تھا۔ اسے
فقط ایک ہی احساس دامن گیر تھا ———

کہ یہ وقت امتحان ہے۔ ناموس مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر اس سے
زیادہ کٹھن وقت اور کیا آئے گا کہ شعائرِ اسلام کی حرمت کو پامال کر دیا جائے۔
ملوکیت کے ٹوٹے ہوئے بُت پھر سے کعبہ کی پاسبانی کا فریضہ سنبھال لیں۔ اس
شہزادۂ گلگوں قبا شہسوارِ کربلا نے جسے دنیا حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے نام
سے پکارتی ہے، اپنی جان ہی قربان نہیں کی بلکہ گلستانِ نبوت کی ایک ایک
کلی نذرِ خزاں کر دیا۔ ناموسِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے یہ اتنی بڑی
قربانی ہے کہ میں چاہوں بھی تو اس کی تفصیل میں نہیں جا سکتا۔ یہاں تو قلم
لرزنے اور وجدان کانپنے لگتا ہے۔ تصوّر دم توڑنے اور تخیل فریاد کناں ہونے
لگتا ہے اور میں روتی ہوئی آنکھوں کے ساتھ "صلوا علیہ وآلہ" کا ورد کرتا ہوا عہدِ حال
میں لوٹ آتا ہوں کیونکہ

تھی داستاں طویل بھی اور دل گداز بھی
لیکن کہاں یہ دل کہ دیا جائے اس کو طول

ماضی سے حال کی جانب تاریخ کا سفر جاری ہے۔ یہ روشنی کا سفر ہے۔
کہیں کہیں ایسے فرعونوں کی آوازیں اُبھرتی ہیں جو "انا ولا غیری" کے طلسم کا شکار
ہو کر ناموسِ مصطفیٰ (علیہ التحیۃ والثنا) پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں مگر فوراً
ہی وقت کی بساط پر ایسے فدا کاران حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بھی ابھرتے نظر
آتے ہیں جو اِن فرعونوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ناموسِ مصطفیٰ (صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم) کا پرچم اس بلندی پر لہرا دیتے ہیں کہ طاغوتی قوتوں کا ہر جھکڑ اسے
سرنگوں کرنے میں ناکام رہتا ہے۔ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ جیسی شخصیات
ناموسِ رسالت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے چراغ کو ایک لحظہ کے لیے بھی گُل نہیں

ہونے دیتیں۔ حتیٰ کہ انگریزی استبدادیت کے مہیب سائے برِصغیر پاک و ہند
کے مُسلم تشخص کو ختم کر کے اسے اپنی لپیٹ میں لے لیتے ہیں۔

برطانوی سامراج نے اگرچہ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی جیت لی تھی مگر وہ
اس حقیقت سے بہرہ ور ہو چکا تھا کہ اس کے مظالم مسلمانوں کو تو کچل سکتے ہیں
مگر ان کے باطن میں پوشیدہ روحِ اسلام کو مٹا نہیں سکتے۔ وہ مولانا کفایت علی
کافی، مولانا غلام امام شہید، مولانا فضلِ حق خیر آبادی، مولانا عنایت اللہ کاکوروی،
مفتی صدر الدین آزردہ، مولانا احمد اللہ مدراسی اور جنرل بخت خاں (رحمہم اللہ تعالیٰ)
کی صورت میں شمعِ ناموسِ رسالت کے پروانوں کی فدا کاری کا لافانی جذبہ دیکھ
چکا تھا اور اس نے سمجھ لیا تھا کہ

وہ فاقہ کش جو موت سے ڈرتا نہیں کبھی
رُوحِ محمدؐ اس کے بدن سے نکال دو

یہی "روحِ محمدؐ" ہے جسے ہم تحفظِ ناموسِ رسالت کے جذبے کا دوسرا
نام دے سکتے ہیں۔ اس مقصد کی خاطر اس نے تہذیب و تمدّن کے کتنے ہی جال
پھیلائے۔ حرص و آز اور مصلحت اندیشی کے سبق پڑھائے۔ ہندو عفریت نے
برطانوی سامراج کا پورا پورا ساتھ دیا۔ ہر دو باطل قوتوں کی ایک ہی تمنا تھی کہ
مسلمان اپنے ماضی سے دستبردار ہو کر ہندو قومیت سے رشتہ استوار کر لیں۔ مگر
یہاں شیخ احمد سرہندی، امام احمد رضا فاضل بریلوی، حضرت علامہ محمد اقبال
(رحمہم اللہ تعالیٰ) کی تعلیمات دلوں کو اسلامی نظریاتی تشخص کی قدر و قیمت سے
بہرہ ور کر رہی تھیں۔ مسلمانوں پر انتہائی کٹھن وقت تھا۔ ایک طرف برطانوی
استعماریت کی قہر سامانیوں اور دوسری طرف ہندو سامراج کی ازلی اسلام دشمنی

—— ان سب کے ساتھ ساتھ، قومیت پرست علماء کا نظریۂ وطنیت اور پھر اس پر مستزاد مرزا غلام احمد قادیانی کی خانہ ساز نبوت —— کلمۂ حق کہنے پر زبان کٹتی تھی، غلامانِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر عرصۂ حیات تنگ تھا۔ اِن تمام اسلام دشمن قوتوں کا ایک ہی مدّعا تھا کہ اسلامیانِ ہند کے باطن سے اس جذبے کو کُھرچ کر ختم کر دو، جو ناموسِ رسالت پر معمولی سا حرف بھی برداشت نہیں کر سکتا اور جب میدانِ وفا میں آگے بڑھتا ہے تو قلت و کثرت، نتائج اور انجام و عواقب سے بے نیاز ہو کر فقط محبتِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور ناموسِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہی کو مقدّم جانتا ہے۔

اس جذبۂ محبتِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ختم کرنے کے لیے اور مسلمانوں کی پُرسکون زندگی کو تہ و بالا کرنے کے لیے انگریزوں اور ہندوؤں نے وقت کے سمندر میں کتنے ہی پتھر پھینکے مگر وہ مسلمانوں کے جذبۂ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ختم نہ کر سکے۔ مختلف ادوار میں، غیرتِ اسلامی سے بہرہ ور اصحابِ ایمان آگے بڑھتے رہے اور ہر ایک شاتمِ رسول ؐ کو عبرت ناک انجام سے دوچار کرتے رہے۔ حتیٰ کہ راجپال نے رنگیلا رسول کی صورت میں بحرِ سکوں پذیر میں ایک بہت بھاری پتھر دے مارا۔

اگر محبانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس چوٹ کو برداشت کر جاتے تو پھر ناموسِ رسالت پر پے بہ پے حملوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا۔ مگر غازی خدا بخش رحؒ اور غازی عبدالعزیز رحؒ کے بعد ناموسِ رسالت کے عظیم پاسدار غازی علم الدینؒ شہید نے راجپال کو اس طرح سے کیفرِ کردار تک پہنچایا کہ پھر کسی کو راجپال کہلانے یا کسی گستاخِ رسول ؐ کو ناموسِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے تقدس پر ہاتھ ڈالنے کی جرأت نہ ہو سکی۔ اس ایک مردِ حق نے وہ کام کر دکھایا جو بعض اوقات ایک

منظّم سپاہ سے بھی ممکن نہیں ہوتا۔ اور یہ بھی ناموسِ رسالت ؐ کی بالاتری کا اعجاز ہے کہ اس دورِ پُر آشوب میں

ایک سپاہی کی ضرب کرتی ہے کارِ سپاہ

غازی علم الدین شہیدؒ تو عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام پر فدا ہو گئے مگر ہمارے لیے پیغام چھوڑ گئے کہ محبتِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فقط زبانی دعاوی کا نام نہیں یہ تو موت کے ہاتھ پر بیعت کرنے کا دوسرا نام ہے۔ آج غازی علم الدین شہیدؒ کا نام محض ایک شخص کا نام نہیں بلکہ یہ تو جرأت و ہمت کا استعارہ ہے۔ حمیتِ اسلامی شہپارہ ہے، شوکتِ ایمان کی تنویر ہے تحفظِ ناموسِ رسالت کی عملی تفسیر ہے۔ وقت کے قرطاس پر خون کی دھاروں سے نقشِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ" رقم کرنے کا فسانہ ہے، اپنے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے غلاموں کی وابستگی کا جذبۂ بیکراں ہے۔

تاریخِ اسلام کے بطلِ جلیل غازی علم الدین شہیدؒ کی وساطت سے عہدِ حال کے ظلمت کدوں کو منوّر کرتے ہوئے جہاں مَیں اس فخر سے سرشار ہوتا ہوں کہ میں نے غازی علم الدین علیہ الرحمہ کی صدی پائی ہے، وہاں یہ احساس مجھے انتہائی مضمحل اور میرے فکری اعصاب کو بوجھل اور خستہ کر دیتا ہے کہ غازی علم الدین شہیدؒ نے اپنی لہو رنگ قربانی سے تحفظِ ناموسِ مصطفوی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جو داستان رقم کی تھی، اُس کے اُجالے ماند نہ پڑ جائیں۔ غازی علیہ الرحمہ نے تو اس وقت سامراجی قوتوں کے قلعے میں شگاف ڈال دیا تھا جب مسلمان انتہائی مجبور و بے بس اور محکوم و لاچار تھے مگر آج تو ہم ایک آزاد مملکت کے شہری ہیں۔ مملکتِ خداداد پاکستان غازی علم الدین شہیدؒ اور ان جیسے دوسرے عشّاقِ مصطفیٰ (علیہ التحیۃ والثنا)

کی قربانیوں کا ثمرہ ہے ــــــ مگر اس ملک میں جو کہ فقط اور فقط اسلام اور حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام پر حاصل کیا گیا تھا، تحفظِ ناموسِ رسالتؐ کے لیے ہم نے اب تک کیا کیا ہے ؟؟

○ ــــ کیا اب بھی ایسی دل آزار تحریریں نہیں لکھی جا رہیں جس سے ناموس رسالتمآب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر زد پڑتی ہے ؟

○ ــــ کیا وقت کے راجپالوں نے اپنے لیے نئے نئے روپ اور چہرے تلاش نہیں کر لیے ؟؟

○ ــــ شرارِ بولہبی کے مقابلے میں ہم اپنی مصلحت اندیشیوں کی بدولت چراغِ مصطفوی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی لو کو مدھم کرنے کا باعث تو نہیں بن رہے ؟

○ ــــ تقسیمِ ہند سے قبل کوئی غیر مسلم حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی شان میں معمولی گستاخی کرتا تھا تو پوری اُمتِ اسلامیہ کا غیض و غضب آتش فشاں بن جاتا تھا آج اس سے بڑا ظلم اپنے کے ہاتھوں ہو رہا ہے مگر ہم ہیں کہ دلوں سے عشق کی آگ کے بجھنے کا آخری منظر دیکھنے کے متمنی بنے بیٹھے ہیں !

○ ــــ پہلے تحفظِ ناموسِ رسالتؐ پوری اُمتِ مسلمہ کی غیرت کا امتحان تھا مگر اب ہم نے اسے بھی فرقہ واریت کی نذر تو نہیں کر دیا ؟

○ ــــ ایک شیطان رشدی شیطانی خرافات لکھ کر مسلمانوں کے جذبات اور ناموس و عزتِ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کھیل کر ہماری حمیت کے لٹنے کا تماشا دیکھ رہا ہے اور ہم بے بسی کے آنسوؤں میں ڈوب کر سوچ رہے ہیں کہ کیا غازی علم الدین شہیدؒ ہی ہماری اسلامی حمیت کے ترکش کا "خدنگِ آخریں" تھا اور کیا اپنی اس بے چارگی کو من حیث القوم تسلیم کر کے اپنی صدیوں کی غیرت مندانہ روایات سے دستکش تو نہیں ہو چکے ؟

کتنے ہی سوالات ہیں جو تحفظِ ناموسِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے حوالے سے ہمیں جھنجھوڑتے ہیں۔ مگر ہم اپنی خرد کو رہنِ غیر کر کے اپنی متاعِ فکر کو متاعِ رائیگاں سمجھ لیا ہے۔ ہمارے احساسات پر آہستہ آہستہ مصلحت اندیشی کا کہر جمتا جا رہا ہے۔ لیکن تاریخ اس حقیقتِ ازلی کی شاہد ہے کہ عشقِ سرورِ کونین (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) محض وقتی جذبہ نہیں بلکہ یہ تو لاہوتی اور سرمدی نغمہ ہے جو زمان و مکان کے فاصلوں اور تاریخی مسافتوں کو ایک آن میں ختم کر کے غلاموں کا رشتہ اس آقا و مولا (علیہ التحیۃ والثناء) سے جوڑ دیتا ہے جس کی رحمۃ للعالمینی ہر دور کے خستہ سامانوں کو جینے کا حوصلہ عطا کرتی ہے۔ عشقِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کبھی فنا نہیں ہوتا۔ ہمارا رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) لافانی ہے۔ اس کے اقوال و ارشادات، فرمودات اور احکام غیر فانی ہیں، اس کی سیرت کے نقوش دائمی اور اس کے وجود کا احساس ہمارے اپنے وجود کے ہونے کی دلیل ہے ــــــ وہ ہے تو سب کچھ ہے۔ اس سے کٹ کر ہماری حیثیت ذرۂ ریگ سے بھی کمتر ہے۔ اسی مظہرِ انوارِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت، اس کی لاثانی شخصیت کا اظہار اور اُس کے لطف فرماتے ہوئے باطنی وجود کا اقرار ہی تشکیک و اوہام کے سایوں کو ختم کر کے ہمیں اس کے ناموس کی حفاظت کے انداز عطا کر سکتا ہے۔

❋

حفظِ ناموسِ رسُول علیہ الصلوٰۃ والسلام

ہماری جان بھی قرباں ہے ناموسِ رسالت پر
لٹادیں دولتِ کونین ہم اس ایک دولت پر

یہی بس اصلِ ایماں اصلِ دیں اصلِ عقیدت ہے
فدا تن من سدا کرتے رہیں آقاؐ کی حرمت پر

کبھی جو زیست میں توقیرِ حضرتؐ کا سوال آئے
تو لازم ہے کہ دے دیں جان بھی ہم اُنؐ کی عظمت پر

کریں گھربار بھی اپنا نچھاور شان پر اُن کی
مگر دھبا نہ آنے دیں کبھی ہم دیں کی شوکت پر

اگر رُشدی سا کوئی بدزباں ہذیان بکتا ہو
تو بن جائیں سراپا احتجاج ایسی جسارت پر

بحال اِس طرح سے رکھیں ہمیشہ اعتماد اپنا
بھروسا ذات پر اُنؐ کی، نظر ہو اُن کی رحمت پر

نہ واریں روح بھی اپنی، نبیؐ پر جب تلک نازشؔ
"نہ جب تک کٹ مریں ہم خواجۂ طیبہ کی عزت پر
خدا شاہد ہے کامل اپنا ایماں ہو نہیں سکتا"

محمد حنیف نازشؔ قادری (کاموں کے)

ناموسِ رسالت

ہے شاہد آج بھی تاریخ اس زندہ حقیقت پر
کہ آنچ آنے نہیں دیتے غلام آقاؐ کی عزّت پر

ہوا ہرزہ سرا جب بھی کوئی شانِ رسالت میں
گیا بچ کر نہ زندہ پھر وہ اپنی اس جسارت پر

دکھاتا ہے کوئی جانباز رہ اُس کو جہنّم کی
جھپٹتا ہے کوئی دیوانہ اُس ابلیس فطرت پر

دیے ہر دور میں عُشّاق نے جانوں کے نذرانے
کیا سب کچھ تصدّق اپنا ناموسِ رسالتؐ پر

اگرچہ راستہ روکا کیے دار و رسن اُن کا
مگر چلتے رہے اہلِ وفا راہِ عزیمت پر

کبھی زنجیر سے اُلجھے، کبھی شمشیر سے کھیلے
ہے ناز اسلام کو اُن جاں نثارانِ نبوّت پر

کٹا دیتے ہیں سر اپنے، لُٹا دیتے ہیں گھر اپنے
خدا رحمت کرے اِن عاشقانِ پاک طینت پر

ہے شرطِ اوّلِ ایماں محبت سرورِ دیںؐ کی
تحفظ فرض ہے ناموسِ پیغمبرؐ کا اُمّت پر

"سلام اُس پر کہ جس کے نام لیوا ہر زمانے میں
بڑھا دیتے ہیں ٹکڑا سرفروشی کے فسانے میں"

ضیا محمد ضیا (پسرور ضلع سیالکوٹ)

ناموسِ مصطفیٰ (علیہ التحیۃ والثناء)

اسلام کا وقار ہے ناموسِ مصطفیٰؐ
ایماں کا خلدِ زار ہے ناموسِ مصطفیٰؐ

ناموسِ مصطفیٰؐ پہ ہیں قربان جان و دل
اپنا تو اک شعار ہے ناموسِ مصطفیٰؐ

جس کی مہک سے بزمِ جہاں عطر بیز ہے
پھولوں کا ایک ہار ہے ناموسِ مصطفیٰؐ

جو ہر دل و دماغ کو ٹھنڈک عطا کرے
وہ پیار کی پھوار ہے ناموسِ مصطفیٰؐ

سیراب اس سے کتنے دماغوں کی کھیتیاں
ذہنوں کی آبشار ہے ناموسِ مصطفیٰؐ

دنیا میں اس کے دم سے نہ کیوں پھول کھل اٹھیں
اس باغ کی بہار ہے ناموسِ مصطفیٰؐ

بوجہل و بولہب اسے کیسے گرا سکیں
مانندِ کوہسار ہے ناموسِ مصطفیٰؐ

کتنے ہی غازیوں کو وہ سرمست کر گئی
الفت کا وہ خمار ہے ناموسِ مصطفیٰؐ

بزمی کئی شہید ہیں اس کے نگاہباں
منظورِ کردگار ہے ناموسِ مصطفیٰؐ

—— پروفیسر خالد بزمی (لاہور)

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

گستاخِ سرکارؐ کو قتل کیا جائے گا

—— اس کی توبہ قبول نہیں

تحریر: ابنِ تیمیہ
ترجمہ: پروفیسر ضیاء المصطفیٰ
(ماہرِ مضمونِ عربی، پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ، لاہور)

اللہ تعالیٰ نے انسان کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے جتنے انبیاء و رسل بھیجے وہ ہر قسم کے عیب ونقص سے پاک ہیں اور تمام انبیاء میں حضور ختمی مرتبت جنابِ محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقام و مرتبہ بلند تر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انبیاء اور کائنات کے ذرے ذرے کے رسول ہیں۔ کوئی شخص ان کی رسالت کا اقرار کرے نہ کرے ان کی رسالت سے باہر نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں، مکرم ہیں معظم ہیں۔ تمام اوصاف حمیدہ اور شمائل طیبہ کے مجسم و پیکر ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ اقدس میں کسی طرح کی معمولی سے معمولی بے ادبی سے انسان صرف دائرۂ اسلام سے ہی نہیں خارج ہوتا بلکہ وہ انسانیت کے دائرے سے بھی باہر ہو جاتا ہے اور خالقِ کائنات جل وعلا کو زمین پر اس کا وجود بھی گوارا نہیں۔ اس نے ایسوں پر لعنت کی بوچھاڑ کی ہے اور عذابِ الیم ان کا مقدر ہے۔

ذیل میں وہ آیات و احادیث اور واقعات دیئے جا رہے ہیں جن کو شیخ الاسلام الامام تقی الدین ابوالعباس احمد بن عبدالحلیم بن عبدالسلام المعروف ابن تیمیہ نے اپنی کتاب " الصارم المسلول علیٰ شاتم الرسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں ذکر کیا ہے۔

" ومنھم الذین یوذون النبی و یقولون ھو اذن قل اذن"

خیر لکم یومن باللہ ویومن للمومنین و رحمۃ للذین
اٰمنوا منکم والذین یوذون رسول اللہ لھم عذاب الیم ۔
(التوبہ : ۶۱)

اور ان میں کچھ ایسے ہیں جو اپنی بدزبانی سے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اذیت دیتے ہیں اور کہتے ہیں، وہ تو کان ہیں ۔ فرمایئے وہ سنتے ہیں جس میں تمہارا بھلا ہے، اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور مسلمان کی بات پر یقین کرتے ہیں، جو تم میں سے ایمان لائے ان کے لیے سراپا رحمت ہیں اور جو اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ایذا پہنچاتے ہیں ۔ ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

ان الذین یوذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا
والآخرۃ واعدلھم عذابا مھینا (الاحزاب : ۵۷)

بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ایذا پہنچاتے ہیں، دنیا و آخرت میں ان پر اللہ کی لعنت ہے اور اللہ نے ان کے لیے رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے۔

الم یعلموا انہ من یحادد اللہ ورسولہ فان لہ نار
جھنم خالدا فیھا ذلک الخزی العظیم ۔

کیا وہ نہیں جانتے کہ جو کوئی اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی مخالفت کرتا ہے تو اس کے لیے آتش جہنم ہے ۔ اس میں ہمیشہ رہے گا ۔ یہ بہت بڑی رسوائی ہے ۔

یہاں یہ بات عیاں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذا دینا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی مخالفت ہے ۔ کیونکہ ایذا کا ذکر مخالفت کا متقاضی ہے ۔ تو امر لازم ہے کہ مخالفت ایذا میں داخل ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو کلام کو اس طرح نہ لایا جاتا ۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ ایذا اور محادہ (مخالفت) کفر ہے ۔ کیونکہ ایسے شخص کو دائمی رسوا کن عذاب کی خبر دی گئی ہے ۔ یہاں یہ نہیں فرمایا کہ اس کی جزا عذاب الیم

ہے ۔ ان دونوں میں بہت فرق ہے بلکہ المحادہ دشمنی ہے، کفر بھی ہے اور لڑائی بھی یہ مجرد کفر سے زیادہ شدید ہے، زیادہ سخت ہے ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت دینے والا کافر ہے ۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دشمن اور ان سے جنگ اور لڑائی کرنے والا ہے ۔ (الصارم المسلول ۲۶ ۔ ۲۷)

حدیث شریف میں ہے، ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں سب وشتم سے کام لیتا تو آپ فرماتے ۔ من یکفینی عدوی ۔ میرے دشمن کو میرے لیے کون کافی ہوگا ۔ یعنی میرے دشمن کا کون خاتمہ کرے گا ۔

یہاں بھی عیاں، اور یہ بھی بیان کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں گستاخی کا مرتکب کافر ہے اور اس کا قتل کرنا ضروری ہے ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔

ان الذین یحادون اللہ ورسولہ اولئک فی الاذلین (المجادلہ: ۲۰)

بیشک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی مخالفت کرتے ہیں، وہ سب سے زیادہ ذلیلوں میں ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں بلند آواز سے بات کرنے سے بھی منع کر دیا گیا ہے ۔ ایسا کرنے والے کے اعمال اکارت جائیں گے ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

یا ایھا الذین امنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی و لا تجھروا
لہ بالقول کجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم و انتم
لا تشعرون ۔ الحجرات : ۲

اے اہلِ ایمان! تم نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی بارگاہ میں اپنی آوازوں کو بلند نہ کرو اور نہ ان کے حضور اونچی آواز سے بات کرو جیسے تم ایک دوسرے کے ساتھ کرتے ہو ۔ ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو ۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے کتاب کے آغاز میں اہلِ علم اور ائمہ کے مذاہب کا ذکر

کرتے ہوئے لکھا ہے کہ۔

جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں گستاخی کی، بالاتفاق کافر ہے، اور اس کا قتل واجب۔

ابن المنذر کہتے ہیں کہ تمام اہل علم اس بات پر متفق ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کے مرتکب کی حد قتل ہے۔

ابوبکر الفارسی الشافعی کہتے ہیں کہ تمام اہلِ اسلام کا اجماع ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں زبان دراز کرنے والے کی حد قتل ہے جس طرح کسی اور کو گالی دینے والے کی حد اور سزا کوڑے ہیں۔

اس اجماع کو انہوں نے صحابہ اور تابعین کے اجماع پر محمول کیا ہے یا ان کی مراد انہی کا اجماع ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں زبان دراز مسلمان کو قتل کرنا واجب ہے۔

قاضی عیاض کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان و عظمت کے متنقص اور زبانُ دراز کے قتل پر امت کا اجماع ہے۔

امام اسحاق بن راہویہ کہتے ہیں کہ اس بات پر تمام اہلِ اسلام کا اتفاق و اجماع ہے کہ جس نے اللہ یا اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بارے میں زبان درازی کی، جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے، اس میں سے کسی چیز کا انکار کیا، کسی نبیؑ کو قتل کیا۔ وہ اس عمل سے کافر ہو جائے گا۔ اگرچہ اللہ کی ہر نازل کی ہوئی چیز کا اقرار ہی کیوں نہ کرتا ہو۔

خطابی کہتے ہیں کہ میں ایسے کسی مسلمان کو نہیں جانتا جسے گستاخ کے واجب القتل ہونے میں ذرہ بھر تردد ہو۔

محمد بن سحنون کہتے ہیں۔

اس بات میں علماء کا اجماع ہے کہ شاتم رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور آپ کے مقام و مرتبہ اور شان اقدس میں متنقص کرنے والا کافر ہے۔ اس کے لیے اللہ تعالیٰ کے عذاب کی وعید آئی ہے اور امت کے نزدیک اس کا حکم قتل ہے اور اس کے کفر اور

عذاب میں شک کرنا کفر ہے۔

امام ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ اقدس میں زبان دراز اگرچہ مسلمان ہو، کافر ہوگا، بغیر کسی اختلاف کے قتل کیا جائے گا اور یہی ائمہ اربعہ وغیرہم کا مذہب ہے۔

حنبل کہتے ہیں۔ میں نے ابوعبداللہ کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ جس نے رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کی شانِ اقدس میں زبان درازی کی یا تنقیص کا مرتکب ہوا مسلمان ہو یا کافر، اس کا قتل کرنا ضروری اور واجب ہوگا۔

(مصنف ابن تیمیہ) کہتے ہیں کہ اعتقاد یہ ہے کہ ایسے شخص کو قتل کیا جائے اور اس کی توبہ قبول نہ کی جائے۔

عبداللہ اور ابوطالب کی روایت میں ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں زبان درازی کرنے والے کے بارے میں سوال کیا گیا تو کہا کہ اسے قتل کیا جائے گا۔ ان سے کہا گیا کہ اس بارے میں احادیث ہیں تو انہوں نے کہا۔ ہاں، اس بارے میں احادیث وارد ہیں۔ ان میں سے ایک نابینا کی حدیث ہے جس نے ایک عورت کو قتل کر دیا تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ میں نے اس عورت کو جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں زبان دراز کرتے سنا تھا۔

اور حصین سے مروی حدیث میں ہے کہ عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں زبان درازی کی تو اُسے قتل کیا جائیگا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز فرمایا کرتے تھے، ایسے شخص کو قتل کیا جائے گا، اس لیے کہ جو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے بارے میں زبان درازی کرتا ہے، وہ مرتد ہے، اسلام سے خارج ہے اور مسلمان حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں کبھی بے ادبی نہیں کرتا۔ عبداللہ کہتے ہیں، میں نے اپنے والد سے اس آدمی کے بارے میں پوچھا جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں بے ادبی کرتا ہے، آیا اس کو توبہ کرنے کے لیے کہا جائے گا؟ فرمایا اس کا قتل واجب ہے اور توبہ کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ

ــــــ حضرت خالد بن ولیدؓ نے ایک ایسے آدمی کو تہ تیغ کر دیا تھا جس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کی تھی اور انہوں نے اس سے توبہ کا مطالبہ نہیں کیا۔

(الصارم صفحہ ۴، ۵)

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قتل کر دیا

دو آدمی اپنے جھگڑے کا فیصلہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں لے کر گئے۔ آپ نے حق دار کے حق میں فیصلہ فرما دیا۔ دوسرے آدمی (جس کے خلاف فیصلہ ہوا تھا) نے کہا، مجھے منظور نہیں۔ اس کے ساتھی نے کہا تو کیا چاہتا ہے؟ اس نے کہا ابوبکر صدیقؓ کے پاس چلتے ہیں۔ ان کے پاس چلے گئے۔ جس کے حق میں فیصلہ کیا گیا تھا، اس نے کہا کہ ہم فیصلہ کی خاطر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوتے تھے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے میرے حق میں اور اس کے خلاف فیصلہ فرما دیا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، تم اسی فیصلے کے پابند ہو جو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرما دیا ہے۔ اس کا ساتھی پھر راضی نہ ہوا، اس نے کہا ہم عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس چلتے ہیں۔ چنانچہ دونوں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے۔ جس کے حق میں فیصلہ ہوا تھا اس نے کہا، ہم اپنا جھگڑا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں لے کر گئے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے میرے حق میں فیصلہ فرمایا۔ اس نے فیصلہ قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ پھر ہم ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے تو انہوں نے فرمایا فیصلہ وہی ہے جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرما دیا۔ یہ پھر ماننے سے گریزاں رہا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے پوچھا۔ اس نے کہا ہاں معاملہ ایسے ہی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھر میں داخل ہوئے۔ پھر باہر آئے تو ہاتھ میں تلوار سونتے ہوئے تھے۔ آپ نے اسی وقت اس آدمی کا سر تن سے جدا کر دیا جس نے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فیصلہ ماننے سے انکار کر دیا تھا۔ تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

فلا وربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم الآیۃ

قسم بخدا وہ اس وقت تک ایماندار نہیں ہو سکتے جب تک اپنے جھگڑوں میں آپ کو حَکَم نہ تسلیم کریں۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک یہودی عورت حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو گالی دیا کرتی تھی۔ ایک آدمی نے اس کا گلا گھونٹ دیا۔ یہاں تک کہ وہ مر گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے خون کو رائیگاں فرمایا۔ مصنف کہتے ہیں کہ یہ حدیث شاتم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے قتل کے جواز پر نص ہے۔ (الصارم: ۶۱، ۶۲)

جناب ابوہریرہ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تھا۔ آپ ایک آدمی پر کسی بات پر ناراض ہوئے تو اس نے زیادتی کی۔ میں نے عرض کیا۔ اے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ! مجھے اجازت ہو تو اس کا سر قلم کر دوں۔ آپؓ نے فرمایا میری بات نے اس کے غضب و غصہ کو ختم کر دیا ہے۔ پھر آپ اُٹھے۔ اندر گئے۔ بعد ازاں مجھے بلا بھیجا تو فرمایا آپ نے ابھی کیا کہا تھا۔ میں نے عرض کی مجھے اجازت دیں، میں اس کی گردن اُڑاتا ہوں۔ آپ نے فرمایا اگر میں تمہیں حکم دوں تو ایسا کر گزرو گے؟ میں نے عرض کیا۔ ہاں۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ قسم بخدا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعد یہ کسی کے لیے جائز نہیں۔

علماء کی ایک جماعت نے اس حدیث سے شاتم رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے قتل کے جواز کا استدلال کیا ہے۔ ان میں ابوداؤد، اسماعیل، اسحاق القاضی، ابوبکر عبدالعزیز، قاضی ابویعلی وغیرہم ہیں۔ یہ اس لیے کہ ابوبرزہ نے جب دیکھا کہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گالی دی ہے۔ آپ کو غصہ آیا تو انہوں نے آپؓ سے اس آدمی کے قتل کی اجازت چاہی۔ اگر آپ انہیں حکم دے دیتے تو وہ اسے ضرور قتل کر دیتے لیکن حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعد یہ کسی کے لیے جائز نہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی بارگاہ میں اگر کوئی زبان درازی کرتا ہے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خاطر قتل کیا جا سکتا ہے۔ آپ ایسے شخص کے قتل کا حکم کہاں فرماتے ہیں جس کے قتل کی وجہ لوگوں کو معلوم نہ ہو۔ لوگوں پر آپ کی اس بارے میں اطاعت فرض ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہی حکم فرماتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا حکم نہیں فرماتے بلکہ جس نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کی تو گویا اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔

یہ حدیث حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دو خصوصیات کو متضمن ہے۔

۱۔ قتل کے سلسلے میں آپ کی اطاعت کی جائے گی۔

۲۔ یہ کہ اس آدمی کو قتل کیا جائے گا جس نے آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کی شان میں زبان درازی کی ہے۔

حدیث کا دوسرا مفہوم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد بھی باقی ہے۔ جس نے بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخی کی، اس کا قتل جائز ہے بلکہ آپ کے اس دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد اور زیادہ ضروری ہے کیونکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حرمت اکمل ہے اور آپ کی عزت کی خاطر کسی قسم کا تساہل ناممکن ہے۔

اس حدیث سے پتا چلتا ہے کہ جس سے بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کی، اس کا قتل جائز ہے۔ اس حدیث کے عموم سے مسلمان اور کافر دونوں کے قتل کا استدلال کیا جائے گا۔ (الصارم: ۹۳، ۹۴، ۹۵)

شاتمِ رسول ﷺ سے

اربابِ وفا کا دل دُکھانے والے!
اخلاق کی دھجیاں اڑانے والے!
پھٹ جائے فلک تجھ پہ، گرے تجھ پر رعد
حُرمت پہ نبیؐ کی حرف لانے والے!

○

حُرمت کو ہے تجھ سے عار، تجھ پر افسوس
زندیق! او نابکار! تجھ پر افسوس
کامل انسان کو بُرا کہتا ہے
افسوس! ہزار بار تجھ پر افسوس

○

عالم نے، فقیہ نے کہی جب اپنی
اک بات دلِ حزیں نے کی مجھ سے بھی
آقاؐ پہ کریں زباں درازی جو لوگ
لازم ہے اڑا کے رکھ دو گردن اُن کی

مجرم ہے، بتا! چھپا رہے گا تا کے!
فاسق ہے، یہ کیا ستم کیا ہے، ہے ہے
اللہ کے غضب سے اب بچے ؟ ناممکن!
ہے دین ترے خلاف، دنیا درپے

○

ظُلم و جور و جفا کی شدّت تُو ہے
ہو جس کی نہ انتہا وہ نفرت تُو ہے
آدم کا ملا ہے روپ تجھ کو بے شک
سچ یہ ہے کہ ننگِ آدمیت تُو ہے

○

فطرت کے ذرا قریب جاتا تُو بھی
باطن میں کبھی تو جھانک آتا تُو بھی
انوارِ نبیؐ سے اک جہاں روشن ہے
آنکھیں ہوتیں تو دیکھ پاتا تُو بھی

حزیں کاشمیری (لاہور)

توہینِ رسالت کی سزا

تحریر: حاجی نواب الدین گولڑوی

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّ لَھُمْ عَذَابًا مُّھِیْنًا ۵۷ (الاحزاب)

وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰہِ لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۶۱ (التوبہ)

مندرجہ بالا آیات کی رُو سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذا پہنچانے والے کی سزا دُنیا میں لعنت و رسوائی اور آخرت میں دردناک عذاب۔ یہ عذاب خواہ بے ادبی، گستاخی سب و شتم کی صُورت میں ہو یا جنگ و جدل کی صورت میں۔ اور جمہور اہلِ اسلام کے نزدیک ایسے شخص کی سزا دُنیا میں قتل ہے خواہ وہ شخص کلمہ گو ہو۔ کافر و مشرک ہو یا کتابی۔ یہاں پر چند ایک فتوے لکھنا مناسب ہوگا۔

مولوی حسین احمد صاحب مدنی نے اپنی کتاب "الشہاب الثاقب" صفحہ ۵۰ پر بحوالہ لطائفِ رشیدیہ صفحہ ۲۲ درج کیا ہے۔

۱۔ "جو الفاظ موہمِ تحقیر سرورِ کائنات علیہ السلام ہوں، اگرچہ کہنے والے نے نیت حقارت کی نہ کی ہو، مگر ان سے بھی کہنے والا کافر ہو جاتا ہے۔"

ـہ یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا وَلِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۱۰۴ (سورہ البقرہ) لفظ راعنا کا معنی "ہماری رعایت فرماؤ" ہے۔ مگر یہودی اور منافق راعنا کی ع کو کھینچ کر پڑھتے (راعینا) جس کا معنی "ہمارا چرواہا" ہوتا ہے۔ چونکہ اس لفظ کا ایک معنی توہینِ رسالت پر مبنی تھا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے راعنا کی بجائے لفظ اُنظرنا استعمال کرنے کو کہا اور فرمایا اب کوئی راعنا کہے گا تو کافر ہو جائے گا اور کافر کے لیے دردناک عذاب ہے

آخر میں فرمایا کہ بس ان کلمات کفر کے بکنے والے کو منع کرنا شدید چاہیئے اگر مقدور ہو اور اگر باز نہ آئے قتل کرنا چاہیئے کہ موذی گستاخِ شان جناب کبریا تعالیٰ شانہٗ اور اس کے رسول امین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے۔ انتہیٰ کلامہ الشریف

۲- جناب مولانا محمد انور شاہ صاحبؒ کاشمیری تحریر فرماتے ہیں: "بارگاہِ انبیاء میں گستاخی کفر ہے، چاہے اس سے قائل کی مراد توہین کی نہ بھی ہو۔" (بحوالہ مقدمہ دعوتِ فکر صہ ۲)

۳- "کل اُمت کا اس پر اجماع ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ناروا الفاظ کہنے والا کافر ہے اور جو شخص اس کے کفر میں شک کرے، وہ بھی کافر ہے۔"

(انور شاہ کشمیری، مولانا: اکفار الملحدین فی ضروریات الدین صہ ۴۳ مطبوعہ دہلی ۱۳۵۰ھ)

۴- "انبیاء علیہم السلام کی تعظیم کرنی اور توہین نہ کرنا ضروریاتِ دین سے ہے۔"

(جناب مولوی مرتضیٰ حسن صاحب دربھنگی ناظم تعلیمات دارالعلوم دیوبند "اشد العذاب" صہ ۹)

نیز صہ ۱۰ پر لکھتے ہیں کہ "ضروریاتِ دین سے انکار کرنے والا، انبیاء کی توہین کرنے والے کو کافر نہ کہنا اور احتیاط کرنا خود کفر ہے مسلمان خوب سمجھ لیں کہ اکثر لوگ اس میں احتیاط کرتے ہیں حالانکہ احتیاط یہی ہے کہ منکر ضروریاتِ دین اور انبیاء کی توہین کرنے والے منافقین کو کافر کہا جائے ورنہ کیا حضور علیہ السلام کے زمانہ کے منافقین سب کچھ فرائض وواجبات ادا نہ کرتے تھے اور کیا وہ اہلِ قبلہ نہ تھے۔ بس حکم یہی ہے کہ ایسے لوگوں کو کافر کہا جائے۔ آسمان ٹلے، زمین ٹلے، یہ حکم نہیں ٹل سکتا۔"

۵- ان تمام تصریحات کے بعد اب کسی قسم کے شک کی گنجائش نہیں رہتی ہے یہ بات واضح ہو کر سامنے آجاتی ہے کہ ضروریاتِ دین کا منکر کافر ہے۔ ایک بات تفصیل طلب رہ جاتی ہے کہ ضروریاتِ دین کی تاویل کرنے والا کس زمرہ میں ہے؟ آیا وہ بھی کافر ہوگا یا نہیں؟ اس سلسلے میں مولانا انور شاہ کشمیری کی رائے یہ ہے کہ ضروریاتِ دین کا منکر کافر ہے اور اس میں تاویل کرنے والا بھی کافر ہے۔

(محمد رضوان اللہ پروفیسر: مولانا انور شاہ کشمیری صہ ۲۲۷ مطبوعہ علی گڑھ ۱۹۷۴ء)

شفاء شریف میں ہے: "صریح لفظ میں تاویل کا دعویٰ نہیں سُنا جاتا۔"

شرح شفاء قاری میں ہے: "ایسا دعویٰ شریعت میں مردود ہے۔"

نسیم الریاض میں ہے: "ایسی تاویل کی طرف التفات نہ ہوگا اور وہ ہذیان سمجھی جائے گی۔"

اب ایسے ہی لوگوں کا حشر ملاحظہ ہو:

۱- حضرت عُمر رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں ایک پیش امام ہمیشہ قرأت جہری میں سورۃ عَبَسَ وَتَوَلّٰی کی تلاوت کرتا۔ مقتدیوں کی شکایت پر اُسے طلب کیا گیا اور پوچھا کہ تم ہمیشہ یہی سورۃ تلاوت کیوں کرتے ہو۔ کہنے لگا۔ "مجھے حظ آتا ہے کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جھڑکا ہے۔" اس پر اس کا سر قلم کر دیا گیا۔

علامہ حقی لکھتے ہیں کہ "حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا کہ ایک امام ہمیشہ نماز میں اسی سورت (عبس وتولیٰ) کی قرأت کرتا ہے تو آپ نے ایک آدمی بھیجا۔ جس نے اس کا سر قلم کر دیا۔ چونکہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ عالیہ کی تنقیص کے ارادے سے اس کی قرأت کیا کرتا تاکہ مقتدیوں کے دل میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کم ہو جائے۔ اس لیے نگاہِ فاروقی میں وہ مُرتد تھا اور مرتد واجب القتل ہوتا ہے (بحوالہ روح البیان)

اسی طرح بخاری جلد سوم کے باب ۱۰۲۹ میں حضرت ابنِ عمر، زہری اور ابراہیم رضی اللہ عنہم نے کہا کہ مرتد مرد اور مرتد عورت قتل کر دی جائے اگر توبہ نہ کرے۔ ان میں نادہندگان زکوٰۃ بھی شامل ہیں۔ جیسا باب ۱۰۳۰ بخاری جلد سوم میں تحریر ہے اور اسی طرح حدیث ۱۸۱۵ میں ایک یہودی کو قتل کر دیا گیا جو اسلام لانے کے بعد پھر یہودی ہو گیا۔

۲- زیر آیت ۶۰ سورۃ النساء کے حاشیہ صدر الافاضل میں درج ہے کہ:

بِشر نامی ایک منافق کا ایک یہودی سے جھگڑا تھا۔ یہودی نے کہا چلو سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے طے کرا لیں۔ منافق نے خیال کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو بے رعایت

محض حق فیصلہ دیں گے ۔ اس کا مطلب حاصل نہ ہوگا ۔ اس لیے اس نے باوجود مدعیِ ایمان ہونے کے کہا کہ کعب بن اشرف یہودی کو پنچ بناؤ (قرآن کریم میں طاغوت سے اس کعب بن اشرف یہودی کے پاس فیصلہ لے جانا مراد ہے ۔) یہودی جانتا تھا کہ کعب رشوت خور ہے ۔ اس لیے اس نے باوجود ہم مذہب ہونے کے اس کو پنچ تسلیم نہ کیا ۔ ناچار منافق کو فیصلہ کے لیے سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور آنا پڑا ۔ حضور علیہ السلام نے جو فیصلہ دیا ، وہ یہودی کے موافق ہوا ۔ یہاں سے فیصلہ سننے کے بعد پھر منافق یہودی کے درپے ہوا اور اُسے مجبور کر کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لایا ۔ یہودی نے آپ سے عرض کیا کہ میرا اس کا معاملہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طے فرما چکے ہیں لیکن یہ حضور کے فیصلہ سے راضی نہیں ۔ آپ سے فیصلہ چاہتا ہے ۔ فرمایا ۔ ہاں میں ابھی آکر اس کا فیصلہ کرتا ہوں ۔ یہ فرما کر مکان میں تشریف لے گئے اور تلوار لا کر اس کو قتل کر دیا اور فرمایا جو اللہ اور اس کے رسول کے فیصلہ سے راضی نہ ہو اس کا میرے پاس یہ فیصلہ ہے اور ایسا ہی تفسیر مظہری میں درج ہے ۔

۳ ۔ ضیاء القرآن میں سورۃ الفرقان کی آیت نمبر ۲۸ کے تحت لکھا ہے ۔

مفسرینِ کرام لکھتے ہیں کہ عقبہ بن ابی معیط جب کبھی سفر سے واپس آتا تو دعوتِ عام کرتا جس میں اہلِ مکہ شریک ہوتے ۔ یہ اکثر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ سلم کی خدمت میں حاضر ہوتا ۔ حضور کی باتیں سنتا اور انہیں پسند کرتا ۔ ایک دفعہ وہ سفر سے واپس آیا تو اس نے حسبِ دستور دعوتِ عام کا اہتمام کیا اور حضور علیہ السلام کو بھی دعوت دی ۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ۔ جب تک تو مشرف باسلام نہ ہو میں تیری دعوت قبول نہیں کروں گا ۔ چنانچہ اس نے کلمہ شہادت پڑھا اور اپنے اسلام کا اعلان کر دیا ۔ ابی بن خلف سے عقبہ کا بڑا یارانہ تھا ، اس نے سُنا تو آکر کہا ۔ اے عقبہ ! سُنا ہے تو مرتد ہو گیا ہے ، اس نے کہا ہرگز نہیں ،

میں نے محض ایک غرض کے لیے اسلام کا اظہار کیا ہے ۔ ابی کہنے لگا ۔ میں تم سے اس وقت تک راضی نہیں ہوں گا ۔ جب تک تو اس کے پاس جا کر ایسی ایسی گستاخیاں نہ کرے ۔ عقبہ اپنے یار کو خوش کرنے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گیا اور وہ ساری گستاخیاں کیں جن کی فرمائش اس کے یار نے کی تھی ۔ یہاں تک کہ اس نے رُخِ انور پر تھوک دیا ۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اسی تھوک کو آگ کا انگارا بنا کر لوٹایا اور ن کے منہ دے مارا جس سے اس کا منہ جل گیا اور مرتے دم تک گالوں پر داغ رہا ۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا ۔ جب سرزمین مکہ سے باہر تیری ملاقات ہوگی تو علوت راسك بالصیف تیرا سر تلوار سے اُڑا دوں گا ۔ یہ بات اس کے دل میں تیر کی طرح پیوست ہو گئی ۔ کئی سال بعد جب اہلِ مکہ ۔ بدر کی طرف جانے لگے تو اس نے پہلو تہی کرنا چاہی ۔ اور کہا تم کو معلوم ہے اُس شخص نے مجھے جو دھمکی دی تھی اور جو بات اُن کے منہ سے نکلتی ہے پوری ہو کر رہتی ہے ۔ مجھے یہیں رہنے دو ۔ انہوں نے کہا تم بھی عجیب آدمی ہو ۔ پہلے تو اُس کے غالب آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ۔ اور اگر بالفرض محال کوئی ایسی صورت پیش آ بھی گئی تو تمہارے پاس تیز تیز رفتار سُرخ اونٹ ہے اس پر سوار ہو کر جانا ۔ چنانچہ اسے اپنی بدبختی لے گئی کفر کو شکست ہوئی ، یہ اپنے اونٹ کو لے کر بھاگا لیکن وادیوں کے پیچ وخم میں اُلجھ کر رہ گیا اور گرفتار کر لیا گیا ۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے سیدنا علی کرم اللہ وجہٗ نے اس کا سر قلم کر دیا ۔ قیامت کے روز یہ جب قبر سے اُٹھے گا تو اس کی حسرت وندامت کی یہ حالت ہوگی جو اس آیہ مذکورہ میں ہے : يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِىْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ۞ الفرقان

ہائے افسوس ! کاش نہ بنایا ہوتا میں نے فلاں کو دوست اپنا ۔

آگے مدارج النبوت II ص ۲۲۴ سے نقل ذیل ہے ۔

۴ ۔ اب رہا ابی بن خلف کا قصّہ ! تو کسی وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ تیرا قاتل میں ہوں گا ۔ یہ خوف اس کے دل میں یقین کے ساتھ بیٹھ گیا تھا ۔

لہذا قریش کے مکہ سے خروج کے وقت، اُحد کی جانب وہ آنا نہ چاہتا تھا کہ کہیں وہ مارا نہ جائے ابو سفیان اسے اصرار کر کے لایا تھا۔ اس کا قصہ یوں بیان کرتے ہیں کہ وہ اسیرانِ بدر میں شامل تھا۔ جب اس کا فدیہ قبول کیا گیا تو اس نے مکہ جانے کی اجازت پائی تاکہ وہ فدیہ ادا کرے۔ اس بے حیا نے لوٹتے وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روبرو بکواس کی کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میرا ایک گھوڑا ہے میں اسے خوب دانہ پانی دوں گا تاکہ فربہ ہو جائے۔ پھر اس گھوڑے پر سوار ہو کر آپ سے جنگ کروں گا اور آپ کو (خاک بدہن) قتل کروں گا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا بلکہ اس گھوڑے پر سوار ہونے کی حالت میں ہی میں تجھے قتل کروں گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ علما فرماتے ہیں کہ بدترین خلق اور بدترین مخلوق وہ ہے جسے حضور قتل کریں۔

روزِ اُحد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ "ابی بن خلف سے ہوشیار رہو کیونکہ یہ ناخلف، بے خبری میں پیچھے سے نہ آجائے۔ اگر تمہیں وہ نظر آجائے تو مجھے بتا دینا۔" اچانک جنگ کے آخر میں وہ اپنے گھوڑے پر سوار نمودار ہوا۔ جب اس کی نظر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پڑی، تو اس نے نالائقی کی باتیں کہنی شروع کر دیں۔ اس نے کہا، اے محمد! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ ابی کے ہاتھ سے نہ بچ سکیں گے۔ اگر آج آپ میرے ہاتھ سے بچ گئے تو..." یہ کتنا بے حیا اور بے شرم تھا کہ باوجود اس اعتقاد کے کہ خود حضور علیہ السلام کے ہاتھ سے مارا جائے گا، پھر بھی لاف زنی کرتا تھا۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں اشارہ فرمایئے، ہم اس پر حملہ کریں اور اُسے دوزخ میں پہنچائیں۔" جب یہ ملعون قریب پہنچا۔ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ، حضور علیہ السلام کے پاس قریب ہی کھڑے تھے۔ حضور علیہ السلام نے اُن سے نیزہ لیا۔ ایک روایت میں ہے کہ حارث بن العمہ سے نیزہ لیا اور ابی کی طرف پھینکا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اسی کا نیزہ اس کے ہاتھ سے لے کر اس پر پھینکا یہ اس شقی کی گردن پر پڑا۔ اسی وقت اس نے اپنے گھوڑے

کی لگام پھیری اور اپنی قوم سے مل گیا اور خود کو گھوڑے سے گرا دیا۔ اور گلے بیلوں کی مانند ڈکرانے لگا۔ اس کی قوم نے اس سے کہا۔ "تیرا زخم تو ایک معمولی سی خراش سے زیادہ نہیں۔ اتنی چیخ و پکار اور واویلا کیوں کرتا ہے۔ اس نے کہا تمہیں معلوم ہے کہ یہ زخم کس کی مار کا ہے میں واقف ہوں کہ اس زخم سے میری جان نہ بچ سکے گی۔ اگر یہ زخم جو مجھ اکیلے کو لگا ہے تمام حجاز والوں کو لگ جائے تو وہ یکبارگی سب کے سب مر جائیں۔ اس لیے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میرے منہ پر کھجور کی گٹھلی بھی مار دیتے تو بھی میں مارا جاتا۔ وہ یونہی چیختا چلاتا رہا۔ پھر وہ ملعون مشرکوں کے مکہ مکرمہ پہنچنے سے پہلے مرالظہران میں جو مکہ سے ایک منزل پر ہے، واصل جہنم ہو گیا۔

(مدارج النبوۃ حصہ دوم صفحہ ۲۲۴ تا ۲۲۵، مدینہ پبلشنگ کمپنی ایم اے جناح روڈ کراچی)

۵۔ محدث کبیر امام ابو یعلیٰ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کی تخریج فرمائی ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ، بیان کرتے ہیں کہ مدینے میں ایک بڑا عابد و زاہد نوجوان تھا۔ ہم نے ایک دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس کا تذکرہ کیا۔ آپ اُسے نہیں جان سکے پھر اس کے حالات و اوصاف بیان کئے، جب بھی آپ اُسے نہیں پہچان سکے۔ یہاں تک کہ ایک دن وہ اچانک سامنے آگیا۔ جیسے ہی اس پر نظر پڑی ہم نے حضور علیہ السلام کو خبر دی کہ یہ وہی نوجوان ہے۔ آپ نے اس کی طرف دیکھا اور ارشاد فرمایا۔ "میں اس کے چہرے پر شیطان کی خارش کے دھبے دیکھ رہا ہوں۔ اتنے میں وہ آپ کے قریب آگیا اور سلام کیا۔ حضور علیہ السلام نے اس سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ کیا یہ بات صحیح نہیں کہ تو ابھی اپنے دل میں سوچ رہا تھا کہ تجھ سے بہتر یہاں کوئی نہیں۔ اس نے جواب دیا ہاں۔ اس کے بعد جیسے ہی وہ مسجد کے اندر داخل ہوا، حضور علیہ السلام نے آواز دی کہ کون اسے قتل کرتا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔ میں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ جب اس ارادے سے وہ مسجد میں داخل ہوئے تو اُسے نماز پڑھتے دیکھ کر واپس لوٹ آئے،

اور اپنے دل میں خیال کیا کہ ایک نمازی کو کیسے قتل کروں جبکہ حضور علیہ السلام نے نمازی کے قتل سے منع فرمایا ہے۔ پھر حضور علیہ السلام نے آواز دی۔ کون اسے قتل کرتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔ میں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ جب وہ مسجد میں داخل ہوئے تو اُس وقت وہ نوجوان سجدے کی حالت میں تھا۔ وہ بھی اُسے نماز پڑھتا دیکھ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرح واپس لوٹ آئے۔ پھر حضور علیہ السلام نے آواز دی کون اسے قتل کرتا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہٗ نے جواب دیا۔ میں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا تم اُسے ضرور قتل کرو گے بشرطیکہ وہ تمہیں مل جائے۔ لیکن جب حضرت علی کرم اللہ وجہٗ مسجد کے اندر داخل ہوئے وہ جا چکا تھا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا اگر تم اسے قتل کر دیتے تو میری اُمت کے جملہ فتنہ پردازوں میں سے یہ پہلا اور آخری شخص ثابت ہوتا۔ میری امت کے دو افراد بھی آپس میں کبھی نہ لڑتے۔

(کتاب تبلیغی جماعت مصنف ارشد القادری بحوالہ ابریز شریف صد ۲۲۶)

حضور علیہ السلام نے فتح مکہ پر اہلِ مکہ کو امن دے دی۔ مگر ایک جماعت کے لیے حکم صادر فرمایا کہ حِل و حرم میں جہاں بھی پائے جائیں قتل[1] کر دیئے جائیں۔ اگرچہ غلاف کعبہ میں لپٹے ہوں۔ آج کے دن حرم بھی میرے لیے حلال ہے۔ ان میں چار مرد قتل کیے گئے

---

[1] اس موقعہ پر آپ نے خطبہ فرمایا کہ اللہ نے مکہ کو حرم بنایا ہے، لوگوں نے نہیں بنایا ہے کہ جب جی چاہا حلال کر لیا اور جب جی چاہا حرام اور جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کے لیے مکہ میں خونریزی کرنا اور درخت کاٹنا جائز نہیں۔ اگر کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فتح مکہ کے دن قتال سے استدلال کرے تو تم اسے یہ جواب دو کہ اللہ نے اپنے رسول کو اسکی اجازت دی تھی اور تمہیں اجازت نہیں دی اور مجھے بھی صرف بہت تھوڑی دیر کیلئے اجازت دی تھی اور پھر آج اس کی حرمت ویسی ہی لوٹ آئی جیسی کل تھی اور یہ بات موجود لوگوں اور غیر موجودوں کو پہنچا دیں۔ (بخاری شریف ۱/۳۹ دینی کتب خانہ لاہور)

اور سات نے پناہ مانگ لی اور چار عورتیں مار دی گئیں اور دو کو پناہ دے دی گئی۔

(مدارج النبوت حصہ دوم صد ۲۹۴ بحوالہ المواہب الدنیا)

۶۔ ابن خطل کا قتل: یہ فتح مکہ سے پہلے مدینہ آیا اور مسلمان ہو گیا۔ اس کے بعد حضور علیہ السلام نے اسے زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے بعض قبیلوں کی طرف بھیجا۔ اس کے ساتھ ایک انصاری تھا اور اس کے ساتھ ایک خزاعی مسلمان خدمتگاری میں تھا۔ وہ ایک منزل میں اُترا اور خزاعی کو حکم دیا کہ ایک بکری کو ذبح کر کے اس کے لیے کھانا تیار کرے۔ اور وہ خود سو گیا۔ اس خزاعی نے بھی خدمت میں کوتاہی کی وہ بھی سو گیا اور کھانا تیار نہ کر سکا۔ جب دیکھا کہ کھانا تیار نہیں ہوا تو غصہ میں آکر خزاعی کو قتل کر دیا اور صدقہ کے جانور لے کر اہلِ مکہ (کفار) سے جا ملا اور اُن سے کہا کہ تمہارے دین کو میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دین سے بہتر پایا۔ اور وہ اپنی باندیوں سے حضور علیہ السلام کی ہجو سنا کرتا۔ جب مکہ فتح ہوا تو اس نے خانہ کعبہ میں پناہ لی اور غلاف کعبہ سے لپٹ گیا۔ جس وقت حضور علیہ السلام طواف فرما رہے تھے، کسی صحابی نے اُسے دیکھ لیا۔ اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ ابن خطل ہے اور غلافِ کعبہ سے لپٹا ہوا ہے۔ فرمایا! جہاں ہو قتل کر دو۔ تو فرمان کے مطابق قتل کر دیا گیا۔

نوٹ: اسے سعید بن حریث نے بروایت ابوعثمان نہدی ابن ابی شیبہ سے نقل ہے کہ ابوبرزہ رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔ (مدارج النبوت صد ۲۹۴ و بخاری شریف ۲/۶۱۴ مطبوعہ اسلام آباد ۲/۶۳۱ دینی کتب خانہ اُردو بازار لاہور و تاریخ طبری صد ۳۹۹ مطبع نفیس اکادمی کراچی)

۷۔ حویرث بن نقید کا قتل: یہ ایک شقی شاعر تھا اور بارگاہ رسالت کی بڑی ہجو کرتا تھا۔ روز فتح مکہ جب اپنا مباح الدم ہونا سنا تو گھر میں بیٹھ گیا اور گھر کا دروازہ بند کر لیا۔ علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہ نے اس کے گھر آکر اُسے تلاش کیا، لوگوں نے کہا،

صحرا چلا گیا ہے۔ حویرث نے جب جانا کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اُس کی طلب میں آئے ہیں تو ٹھہرا رہا۔ یہاں تک کہ علی مرتضیٰؓ اس کے گھر سے دُور چلے گئے تو وہ گھر سے نکلا اور چاہا کہ کسی دُوسرے گھر میں جا چھپے۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو وہ ایک کوچہ میں مل گیا اور اس کی گردن اُڑا دی۔ (مدارج النبوۃ ۴۹۹/۲ و تاریخ طبری ۳۹۹/۱)

۸۔ مقیس بن صبابہ کا قتل: اس نے اپنے بھائی کی دیت لینے کے باوجود انصاری کو شہید کر دیا اور مرتد ہو کر مکہ چلا گیا۔ روزِ فتح مکہ وہ مشرکوں کی ایک جماعت کے ساتھ کسی گوشہ میں شراب پینے میں مشغول تھا۔ حضور علیہ السلام نے اس کے قتل کا حکم فرمایا۔ اس پر نمیلہ بن عبداللہ لیثی نے اسے قتل کر دیا۔ (مدارج النبوۃ ۵۰۰/۲ و تاریخ طبری ۳۹۹/۱)

۹۔ حارث بن طلاطلا کا قتل: یہ بھی حضور علیہ السلام کو ایذا دینے والوں میں سے تھا۔ فتح مکہ کے دن سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہٗ نے اس پر قابو پا کر قتل کیا۔

(مدارج النبوۃ ۵۰۱/۲)

۱۰۔ قریبہ اور ارنب کا قتل: یہ دونوں باندیاں ابن خطل کی گانے والیاں تھیں جو حضور علیہ السلام کی ہجو گایا کرتی تھیں قتل کر دی گئیں۔ اس کی ایک باندی قرتنی بھاگ گئی۔ لوگوں نے اس کے لیے حضور علیہ السلام سے امان مانگی۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اسے امان دے دی۔ پھر وہ آئی اور مسلمان ہو گئی۔ (مدارج النبوۃ ۵۰۶/۲)

۱۱۔ سارہ بنی المطلب کی باندی: بعض کے نزدیک یہ عمرو بن ہشام کی باندی تھی یہ وہ عورت ہے جس کے ہاتھ حاطب بن ابی بلتعہ نے قریش کے نام خط لکھ بھیجا تھا۔ یہ مرتد ہو کر مکہ میں آ گئی تھی اور روزِ فتح مکہ حضرت علیؓ کے ہاتھ سے ماری گئی تھی۔

(مدارج النبوۃ ۵۰۷/۲ بحوالہ روضۃ الاحباب)

۱۲۔ اُمِ سعد کا قتل: یہ عورت بھی قتل کی گئی۔ (مدارج النبوۃ ۵۰۶/۲)

۱۳۔ ۷۰ اسیرانِ بدر میں سے صرف عقبہ بن ابی معیط جس کا ذکر اوپر گزرا اور نضر بن حارث

دشمنِ رسولؐ کو بحکمِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قتل کیا گیا۔

(سیرۃ النبی ۳۲۹/۱ طابع سعید اینڈ کمپنی کراچی)

گستاخ یہودیوں کا قتل

۱۴ (i) عصماء بن مروان زوجہ یزید بن خطمی یہودی۔ یہ بہت زبان دراز تھی اسلام اور اہلِ اسلام کی بُرائیاں اور مذمت کرتی رہتی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وبارک وسلم کو برابر ایذا پہنچاتی رہتی تھی۔ آپ نے حضرت عمیر بن عدی نابینا صحابی رضی اللہ عنہ کو اس کے قتل کے لیے بھیجا۔ حضرت عمیرؓ رات کو عصماء کے گھر پہنچے جو مدینہ سے باہر تھا۔ وہ اپنے بچوں کو دودھ پلا رہی تھی۔ حضرت عمیرؓ نے اپنی تلوار اس کے سینہ پر رکھ کر پُشت سے گزار دی اور اسی رات لوٹ آئے۔ (مدارج النبوۃ ۷۶/۲)

۱۵ (ii) ابی عفکہ: یہ یہودی بہت بوڑھا جس کی عمر ۱۲۰ سال کو پہنچ چکی تھی۔ یہ حضور علیہ السلام کے خلاف لوگوں کو ورغلاتا اور اُبھارتا تھا اور ایسے شعر پڑھتا تھا جس میں لوگوں کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے نفرت ہو جانے کی ترغیب ہوتی تھی۔ حضور علیہ السلام نے حضرت سالم بن عمیر رضی اللہ عنہ کو اس کے قتل کے لیے بھیجا۔ حضرت سالم اس کی طرف گئے اور اپنی تلوار اس کے جگر کے نیچے گھونپی اور اُسے چرخ کر دیا۔ وہ دشمنِ خدا چیخا اور جان دے دی۔ (مدارج النبوۃ ۱۷۸/۲ بحوالہ مواہب الدنیا)

۱۶ (iii) کعب بن اشرف کا قتل: یہ شاعر تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور مسلمانوں کی ہجو میں مشغول رہتا تھا اور کفارِ قریش کو جنگ کی ترغیب دیتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دُعا کی "یا اللہ! ابن اشرف کے شر سے ہمیں بچا"۔ امام بخاری نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا! کون ہے جو کعب بن اشرف کو قتل کرنے کے لیے تیار ہے، اس لیے کہ وہ خدا اور اس کے رسول کو ایذا پہنچاتا ہے۔ چنانچہ حضرت محمد بن مسلمہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ پسند فرماتے ہیں

کہ میں اسے ہلاک کروں۔ فرمایا ہاں۔ آپ کے ساتھ حضرت حارث بن اوس رضی اللہ عنہ بھی گئے۔ جنہوں نے اُسے قتل کیا اور اس کا سر کاٹ کر حضور علیہ السلام کے قدموں پر ذلت اور حقارت کے ساتھ ڈالا۔ (مدارج النبوۃ ۲/۱۸۵ تا ۱۸۷)

۱۷ (۱۷) **ابو رافع کا قتل**: یہ بھی حضور علیہ السلام اور مسلمانوں کو ایذا پہنچانے میں مشغول رہتا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جنگ میں مشرکوں کی اعانت کرتا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ السلام کے فرمان پر رات کو اس کے قلعہ میں جاکر تلوار کی نوک اس کے پیٹ میں گھونپ دی جو اس کی پشت سے باہر نکل گئی۔ اور ہڈیوں کے ٹوٹنے کی آواز سنائی دی۔ حضرت عبداللہ بن عتیک نے قلعہ سے چھلانگ لگائی۔ جس سے آپ کی ٹانگ کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ ساتھیوں نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں پہنچایا۔ آپ نے اپنا دست مبارک پھیرا جس سے ٹوٹی ٹانگ درست ہو گئی۔

(مدارج النبوۃ ۱۸۸ تا ۱۹۰ جلد ۲)

گستاخانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خدائی فیصلے اور سزائیں

ابی لہب: یہ حضور علیہ السلام کا سگا چچا تھا اور آپ کا سخت دشمن تھا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوہ صفا پر اہل مکہ کو دعوت توحید دی تو اس پر اس نے حضور علیہ السلام سے کہا کہ تم تباہ ہو جاؤ تم نے ہمیں اس لیے یہاں جمع کیا تھا۔ جس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ ۝ تباہ ہو جائیں ابولہب کے دونوں ہاتھ اور وہ تباہ ہو ہی گیا۔ چنانچہ دنیا میں تو اس کا یہ حشر ہوا کہ اس کے زہریلی قسم کا ایک چھالہ (العدسہ) نکلا جو سارے جسم میں پھیل گیا۔ ہر جگہ سے بدبودار پیپ بہنے لگی۔ گوشت گل گل کر گرنے لگا تو اس کے بیٹوں نے گھر سے باہر پھینک دیا اور اس نے تڑپتے تڑپتے جان دے دی۔ اس کی نعش تین دن یونہی پڑی رہی اور لوگ اس کے تعفن اور بدبو سے تنگ آگئے اور اس کے بیٹوں کو لعنت ملامت کی تو انہوں نے چند حبشی

غلاموں سے ایک گڑھا کھدوایا اور لکڑیوں سے اس کی لاش کو دھکیل کر اس گڑھے میں پھینک دیا اور اُوپر سے مٹی ڈال دی۔ اس کا یہ حشر اللہ تعالیٰ کے غضب کا ہی نتیجہ تھا کہ مکہ کے چار رئیسوں میں سے ایک رئیس کا یہ حشر ہو۔ اور قیامت کے روز سَيَصْلَىٰ نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝ عنقریب وہ جھونکا جائے گا شعلوں والی آگ میں۔

ابولہب کی بیوی اروہ اور کنیت ام جمیل جو ابو سفیان کی بہن تھی۔ جس کے دل میں حضور علیہ السلام کی عداوت کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ دشمنی رسالت میں اپنے خاوند سے کم نہ تھی۔ جنگل سے خاردار لکڑیاں چن کر رات کو اس راستے میں بچھا دیتی جس سے حضور علیہ السلام کا گزر ہوتا۔ ایک روز بوجھ اٹھا کر لا رہی تھی کہ تھک کر آرام کرنے کے لیے ایک پتھر پر بیٹھ گئی۔ ایک فرشتے نے بحکم الٰہی اس کے پیچھے سے اس کے گٹھے کو کھینچا وہ گرا اور رسی سے گلے میں پھانسی لگ گئی اور مر گئی۔ وَامْرَأَتُهُ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝ فِي جِيدِهَا حَبْلٌ مِّن مَّسَدٍ ۝ اور اس کی جورو لکڑیوں کا گٹھا سر پر اٹھاتی اس کے گلے میں کھجور کی چھال کا رسہ۔ اور قیامت کے روز بفرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اس کا یہ حشر ہوگا۔ جس آگ میں اس کا گستاخ خاوند جلایا جائے گا اسی آگ میں وہ بھی جھونکی جائے گی۔ (ضیاء القرآن)

ابولہب کے دو بیٹوں عتبہ اور عتیبہ کے ساتھ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیوں رقیہ اور ام کلثوم کی شادی ہوئی تھی جب حضور علیہ السلام نے اسلام کی تبلیغ شروع کی تو ابولہب کے کہنے پر دونوں بیٹوں نے طلاق دے دی۔ عتیبہ نے اپنے خبثِ باطن کا کچھ زیادہ ہی مظاہرہ کیا کہ اس ناپاک نے رُوئے انور پر تھوکنے کی جسارت کی۔ جو لوٹ کر اسی کے قبیح منہ پر آپڑی۔ حضور علیہ السلام کی زبان سے نکلا "الٰہی! اپنے کتوں میں سے ایک کتا اس ناہنجار پر مقرر فرمادے۔ چنانچہ ایک سفر میں ایک شیر نے اسے پھاڑ ڈالا۔ مگر نہ اس کا ناپاک گوشت کھایا اور نہ خون پیا۔ جس کی تفصیل حکایاتِ صحابہ صہ۱۵۷ مصنفہ

مولوی محمد ذکریا میں یوں درج ہے۔ جب عتیبہ نے طلاق دی اور حضور علیہ السلام کی خدمت اقدس میں آکر نہایت گستاخی، بے ادبی اور نامناسب الفاظ بھی زبان سے نکالے۔ حضور علیہ السلام نے بد دعا کی کہ یا اللہ! اپنے کتوں میں سے ایک کتا اس پر مسلط فرما۔ ابوطالب نے اسے کہا۔ اس کی بد دعا سے تجھے خلاصی نہیں۔ چنانچہ عتیبہ ایک مرتبہ شام کے سفر میں جا رہا تھا۔ اس کا باپ ابولہب باوجود ساری عداوت اور دشمنی کے کہنے لگا کہ مجھے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بد دعا کا فکر ہے۔ قافلہ کے سب لوگ ہماری خبر رکھیں۔ ایک منزل پر پہنچے وہاں شیر زیادہ تھے۔ رات کو تمام قافلہ کا سامان ایک جگہ جمع کیا اور اس کا ٹیلہ بنا کر اس پر عتیبہ کو سلایا اور قافلہ کے تمام آدمی چاروں طرف سوئے۔ رات کو ایک شیر آیا اور سب کے منہ سونگھے۔ اس کے بعد ایک زقند لگائی اور اس ٹیلے پر پہنچ گیا اور عتیبہ کا سر بدن سے جدا کر دیا۔ اس نے ایک آواز دی مگر ساتھ ہی کام تمام ہو چکا تھا۔ اس کے دوسرے بھائی عتبہ نے چونکہ حضور علیہ السلام کی توہین نہیں کی تھی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اسے دولت اسلام سے نوازا۔ (نشر الطیب طابع تاج کمپنی صـ۱۰۶ پر بھی یہ واقعہ درج ہے۔)

ابوجہل، ولید بن مغیرہ کا بھتیجا تھا جو رؤسا قریش میں شمار ہوتا تھا۔ یہ بھی حضور علیہ السلام کا سخت دشمن تھا۔ اس نے آپ کی ایذا رسانی میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تھی۔ یہی حضور علیہ السلام کے معجزات کو جادو کہتا۔ اسی نے ہی شیخ نجدی (شیطان) کے سامنے دار الندوہ میں مشورہ دیا تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو سب مل کر یکبار حملہ کر کے قتل کر دیا جائے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ ہر قوم کا ایک فرعون ہوتا ہے۔ میری امت کا فرعون ابوجہل ہے۔ حضور علیہ السلام نے اسے دعوت اسلام میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی مگر وہ ایمان نہ لایا۔ جس کی تفصیل سورۃ القیامۃ آیت ۳۲ تا ۳۶ دیکھیں۔ **ابوجہل کا انجام بد** سیرۃ النبی مصنفہ شبلی نعمانی ۱/۳۲۵ طابع محمد سعید اینڈ کمپنی کراچی میں یوں درج ہے:

ابوجہل کی شرارت اور دشمنی کا عام چرچا تھا۔ اس بنا پر انصار میں سے دو بھائیوں

معاذ اور معوذ نے عہد کیا تھا کہ یہ شقی جہاں نظر آئے گا اس کو مٹا دیں گے۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف کا بیان ہے کہ غزوہ بدر میں صف میں تھا کہ دفعۃً مجھ کو دائیں بائیں دو نوجوان نظر آئے ایک نے مجھ سے کان میں پوچھا کہ (چچا جان) ابوجہل کہاں ہے۔ میں نے کہا۔ برادر زادہ! ابوجہل کو پوچھ کر کیا کرے گا۔ بولا میں نے خدا سے عہد کر رکھا ہے کہ ابوجہل کو جہاں دیکھ لوں گا اسے قتل کر کے چھوڑوں گا۔ میں ابھی جواب نہیں دے پایا تھا کہ دوسرے نوجوان نے بھی مجھ سے کانوں میں یہی باتیں کہیں۔ میں نے دونوں کو اشارے سے بتایا کہ ابوجہل وہ ہے۔ بتانا تھا کہ دونوں باز کی طرح جھپٹے اور ابوجہل خاک پر تھا۔ یہ جوان عفرا کے بیٹے تھے۔ غزوہ ختم ہونے پر حضور علیہ السلام نے حکم دیا کہ کوئی جا کر خبر لائے ابوجہل کا کیا انجام ہوا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (جو قد میں چھوٹے تھے) نے جا کر لاشوں میں دیکھا تو زخمی پڑا ہوا دم توڑ رہا تھا۔ بولے! تو ابوجہل ہے؟ اس نے کہا۔ ایک شخص کو اس کی قوم نے قتل کر دیا تو یہ فخر کی کیا بات ہے۔ یہ کہہ ہی رہا تھا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ابوجہل کی گردن پر پاؤں رکھا اور چھلانگ لگا کر اس کی چھاتی پر چڑھ بیٹھے۔ ابوجہل نے کہا۔ او بکری چرانے والے! دیکھ تو کہاں پاؤں رکھتا ہے۔ فرمایا کیا تو وہ وقت بھول گیا جب میں بفرمان نبوی تیرے لیے وعید کی آیت لے کر تیرے پاس گیا تھا تو تو نے مجھے تھپڑ مارا تھا اور لاتوں سے خوب پیٹا تھا، اب تیری ذلت کا سامان میرے ہاتھوں ہی ہو گا طبری ۱/۸۶ پر ہے۔" ابوجہل نے پوچھا فتح کس کی ہوئی۔ میں (ابن مسعود) نے کہا۔ "اللہ اور اس کے رسول کی۔" ابوجہل کہنے لگا، اپنے نبی سے کہنا کہ میں اپنے مذہب پر ابھی تک قائم ہوں اور تجھ پر ایمان نہیں لایا اور کہا کہ میرا سر ذرا گردن کے نچلے حصہ سے کاٹنا تاکہ قریش کے بقیہ سروں سے میرا سر اونچا دکھائی دے۔ اور کہا کاش میرا سر کوئی ہاشمی جوان کاٹتا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ابوجہل کا سر کاٹ کر اس کے ناک میں رسی ڈال کر اور پیشانی کے بل گھسیٹتے ہوئے حضور علیہ السلام کے قدموں میں ڈال دیا۔ کیوں کہ

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس کی اس کیفیت کو پہلے ہی بیان فرما دیا تھا۔" ہاں، ہاں۔
اگر باز نہ آیا تو ضرور ہم پیشانی کے بال پکڑ کر کھینچیں گے۔ کیسی پیشانی، جھوٹی خطاکار۔"
یہ تو تھی اس دشمنِ رسولؐ کی ذلت و رسوائی۔ آخرت میں جو اس کی حالت ہوگی، سورۃ
القیامۃ آیت ۳۲ تا ۳۶ میں دیکھیں۔ اس کے علاوہ ابوجہل، ولید بن مغیرہ اور اس کے
ساتھیوں کا عذابِ آخرت سورۃ الدخان آیت ۴۳ تا ۵۰ میں دیکھیں۔

ولید بن مغیرہ مخزومی کا انجام بد: یہ دشمن رسول ابوجہل کا چچا تھا۔ حضرت خالد
کا باپ اور خاندان قریش کا رئیسِ اعظم تھا اور مال دار بھی۔ یہ اپنے بیٹوں اور رشتہ داروں
سے کہتا تھا کہ اگر تم میں سے کسی نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھا تو میں اُسے اپنے مال میں
سے کچھ نہ دوں گا ــــ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کہتا، یہ تو مجنوں ہے اور
جادوگر بھی اور قرآن کو اگلوں کی کہانیاں بتاتا۔ جس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے اس
کے دس عیب گنوائے۔

ترجمہ: اور ہر ایسے کی بات پر توجہ نہ دینا جو بڑا قسمیں کھانے والا ہو، ذلیل، بہت طعنے
دینے والا، بہت ادھر کی ادھر لگاتا پھرنے والا، بھلائی سے روکنے والا، حد سے بڑھنے
والا، گنہگار، درشت خو، اس سب پر طرہ یہ کہ اس کی اصل میں خطا ہے۔ (سورۃ القلم آیت ۱۰تا۱۳)
جب یہ آیت نازل ہوئی تو ولید بن مغیرہ نے اپنی ماں سے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
نے میرے حق میں دس باتیں بتائی ہیں۔ نو کو تو میں جانتا ہوں کہ مجھ میں موجود ہیں لیکن
دسویں بات اصل میں خطا ہونے کی، اس کا حال مجھے معلوم نہیں۔ یا تو مجھے سچ سچ بتادے
ورنہ تیری گردن ماروں گا۔ اس پر اس کی ماں نے کہا تیرا باپ نامرد تھا۔ مجھے اندیشہ ہوا کہ
وہ مرجائے گا تو اس کا مال غیر لے جائیں گے تو میں نے ایک چرواہے کو بلا لیا، تو اس
سے ہے۔

اس ولید بن مغیرہ کے متعلق سورۃ مدثر کی آیات ۱۱ تا ۳۰ نازل ہوئیں جو پڑھنے کے

قابل ہیں۔ یہ اپنی قوم میں وحید کے لقب سے ملقب تھا۔ غزوۂ بدر میں اس کی ناک کٹ گئی
جسے شرم کے مارے چھپائے رکھتا۔ سَنَسِمُهُ عَلَى الْخُرْطُومِ ۝ (القلم) قریب ہے کہ
ہم اس کی سور کی تھوتھنی پر داغ دیں گے۔

عتبہ بن ربیعہ: حضرت امیر معاویہ کا نانا، نہایت شریف الطبع اور صاحب ریاست
تھا (سیرۃ النبیؐ ص۲۱۳) غزوہ بدر میں فوج کا سپہ سالار تھا، مگر اس کا ارادہ لڑائی کا نہ تھا۔
کیونکہ وہ حکیم بن حزام کے مشورہ پر کہ حضرمی کا خون بہا اس کے بھائی عامر کو دے دیتے
ہیں جو وجہ جنگ ہے، مگر ابوجہل نے اسے نامردی کا طعنہ دیا۔ جس پر عتبہ غیرت سے
برہم ہوا۔ اور کہا میدانِ جنگ بتا دے گا کہ نامردی کا داغ کون اٹھاتا ہے۔ چنانچہ عتبہ
جو سردارِ لشکر تھا، ابوجہل کے طعنہ سے سخت برہم تھا۔ سب سے پہلے وہی بھائی اور
بیٹے کو لے کر میدان میں نکلا اور مبارزت طلب کی۔ ادھر سے حضرت علی، حضرت حمزہ
اور حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہم نکلے۔ چنانچہ عتبہ حضرت حمزہؓ اور ولید بن عتبہ حضرت علیؓ
کے ہاتھوں قتل ہوئے۔ اور عتبہ کا بھائی شیبہ بھی حضرت علیؓ کے ہاتھوں قتل ہوا جس نے
حضرت عبیدہ کو زخمی کر دیا تھا۔ ولید بن مغیرہ اور عتبہ بن ربیعہ کے متعلق ارشاد خداوندی ہے۔
ترجمہ: اور اس (پند و نصیحت) سے وہ بڑا بدبخت دور رہے گا۔ جو سب سے بڑی
آگ میں جائے گا۔ پھر نہ اس میں مرے اور نہ جیے۔ (سورۃ الغاشیہ آیت ۱۲، ۱۳)

اُمیہ بن خلف کا قتل: اُمیہ بن خلف بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا سخت
دشمن تھا۔ تنقیصِ رسالت میں پیش پیش تھا۔ اس نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سخت
تکلیفیں پہنچائیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اُمیہ بن خلف
سے خرید کر آزاد کر دیا تھا۔ یہ بھی جنگِ بدر میں شریک تھا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف
رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے کسی زمانہ میں معاہدہ کیا تھا کہ وہ مدینہ میں آئے گا تو یہ اُس کی جان
کا ضامن ہوگا۔ بدر میں اس دشمنِ خدا سے انتقام لینے کا خوب موقع تھا لیکن چونکہ عہد کی پابندی

اسلام کا شعار ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے چاہا کہ وہ بچ کر نکل جائے چنانچہ آپ
اس کو لے کر پہاڑ پر چلے گئے۔ اتفاق یہ ہوا کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُسے دیکھ
دیکھ لیا۔ انصار کو خبر کر دی۔ دفعۃً لوگ ٹوٹ پڑے۔ انہوں نے اُمیّہ کے بیٹے علی نامی کو
آگے کر دیا جو قتل ہو گیا۔ پھر اُمیّہ کی طرف بڑھے۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے اُمیّہ سے
کہا تم زمین پر لیٹ جاؤ۔ یہ لیٹ گیا تو حضرت عبدالرحمٰن اس پر چھا گئے کہ لوگ اس کو مار
نہ دیں۔ لیکن حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی ٹانگوں کے اندر سے ہاتھ ڈال کر
اسے قتل کر دیا۔ اس کی لاش کو کوئی ہاتھ نہ لگاتا کیونکہ وہ تین دن وہیں پڑی رہی اور
پھول گئی جس میں سخت بدبو پھیل گئی۔ (سیرۃ النبیؐ ۲/۳۲۰، تاریخ طبری ۲/۱۵) اور عامر بن
الحضرمی کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام حضرت مہجع رضی اللہ عنہ نے واصلِ جہنم کیا۔ یہ حضور
علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف کفارِ مکہ سے مل کر سازشیں کرتا رہتا۔ حضرت مہجع رضی اللہ عنہ نے
اس غزوہ میں غیر معمولی بہادری کا مظاہرہ کیا اور شہید ہوئے۔ جس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے
آپ کو سید الشہداء کے اعزاز سے نوازا۔ اسی غزوہ میں ۷۰ دشمنانِ رسول قتل ہوئے جن میں
ابوسفیان کا لڑکا حنظلہ، ابوجہل کا بھائی عاص اور چچیرا بھائی مسعود بن اُمیّہ، ولید بن مغیرہ
کا بھائی ابوقیس اور اسود کے تینوں بیٹے حارث، زمعہ اور عقیل وغیرہ بھی شامل ہیں۔ مزید
فہرست ان مقتولین کی تاریخ ابن خلدون ۲/۸ میں دیکھیں۔ یہ تو تھی ان کی دنیا میں ذلت و رسوائی
اور قیامت میں جو سلوک ان گستاخانِ رسول سے کیا جائے گا وہ سورۃ الحاقہ کی آیات ۲۵ تا
۳۷ میں دیکھیں۔

آخر میں ایک عجیب واقعہ پیشِ خدمت ہے جو ضیاء القرآن میں سورۃ النسآء کے زیرِ آیت ۲۳
کے حاشیہ پر یوں درج ہے۔ "اللہ تعالیٰ کے محبوب و حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر اعتراض
کرنا، گستاخی کرنا، غضبِ الٰہی کو بھڑکا دیتا ہے۔ علم و تقدس کے سارے محلات مسمار کر کے
رکھ دیئے جاتے ہیں۔ علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ نے لکھا ہے کہ ایک فاضل اجل سے مروی

ہے کہ وہ ایک مجلس میں تھے تو محبوب اور محرومی ازلی نے کہا کہ ہوائے نفس سے کسی چھٹکارا نہیں
خواہ وہ بھی ہو (وہ سے اشارہ حضور علیہ السلام کی طرف کیا) کیونکہ آپ نے بھی فرمایا ہے حُبِّبَ
الیّ من دُنیاکم ثلاث الطیبُ والنّساء وقرۃ عینی فی الصلوٰۃ " ترجمہ: یعنی تمہاری دُنیا
سے تین چیزیں میرے لیے مرغوب کی گئی ہیں۔ خوشبو۔ نساء، اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے
میں نے اس گستاخ (مولوی) کو کہا تمہیں خدا سے شرم نہیں آتی حدیث میں (اَحْبَبْتُ
یعنی میں پسند کرتا ہوں) کا لفظ نہیں بلکہ حُبِّبَ (میرے لیے مرغوب بنا دی گئی ہیں) کا لفظ
ہے۔ ہوائے نفس تو تب ہوتی کہ اَحْبَبْتُ کا لفظ ہوتا۔ فرماتے ہیں اس گستاخ کا منہ تو میں نے
بند کر دیا لیکن میں اس کی بد زبانی پر بڑا غمگین ہوا کہ، اپنے آپ کو اُمتی کہلانے والا شخص بھی
ایسی بات اپنی زبان پر لا سکتا ہے۔ رات کو خواب میں حبیبِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زیارت کا
شرف بخشا اور فرمایا: لا تغتم فقد کفیناک امرہٗ غمزدہ نہ ہو ہم نے اس کا کام تمام کر دیا۔
صبح ہوئی تو معلوم ہوا کہ وہ قتل کر دیا گیا ہے (روح البیان)

علامہ مرحوم اگر آج ہوتے اور ان اُمتیوں کا حال دیکھتے جو اپنے آپ کو بشریت میں حضور
علیہ السلام کا ہم پلہ ثابت کرنے کے لیے کس سوقیانہ انداز میں حضور علیہ السلام کی ازدواجی زندگی
کا ذکر کرتے ہیں ذکر کرتے ہیں تو ان کا کلیجہ پھٹ جاتا ہے

شب پرہ می طلبد بدر تمامت نقصان — او نداند کہ ابد نورِ تو ظاہر باشد
ہر کہ از روئے جدل بر تو سخن میراند — بمثل شد اگرش بوعلی، کافر باشد

مرتدین کا انجام: مشرکینِ مکہ کے ساتھ مسلمانوں کے پانچ آدمی بھی بدر میں لڑنے آئے
تھے جن کو مسلمانوں کی تلواروں نے موت کا مزہ چکھایا۔ یہ مقتولین مشرکین میں شمار ہوتے۔
بنو اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی سے، حرث بن زمعہ بنو مخزوم سے، ابوقیس ابن الفاکہ بن المغیرہ و
ابوقیس بن الولید بن مغیرہ۔ بنو جمح سے علی بن امیہ بن خلف۔ بنو سہم سے عاص بن منبہ۔
یہ لوگ قبل ہجرت کے ایمان لا چکے تھے۔ لیکن جب حکم ہجرت صادر ہوا اور آنحضور

صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ ہجرت فرما گئے۔ ان لوگوں کو ان کے اعزہ و خاص خاص اقارب نے مکہ میں روک لیا۔ آخر ان لوگوں نے اُن لوگوں کے سمجھانے سے اسلام چھوڑ دیا۔

قارئین کرام! آپ نے گستاخانِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا عبرتناک انجام ملاحظہ فرمایا۔ اب آپ کے سامنے قیامت تک ہونے والے ان واجب القتل نام نہاد کلمہ گویان کا ذکر کیا جاتا ہے جن کی نشانیاں خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرما دی ہیں اور وہ ہیں خوارج اور منافق۔

حدیث ۱۸۲۱: حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے سنا کہ آخری زمانہ میں ایک قوم پیدا ہوگی جو نو عمر اور کم عقل ہوں گے۔ باتیں تو اچھے لوگوں جیسی کریں گے لیکن ان کا ایمان ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ وہ لوگ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر پیکان سے۔ تم جہاں بھی ایسے لوگوں کو پاؤ قتل کر دو۔ اس لیے کہ قیامت کے دن قتل کرنے والے کو اجر ملے گا۔ آگے حدیث ۱۸۲۲، ۱۸۲۳ میں ان کی نشانیاں بھی مختلف زاویوں سے بیان کی گئی ہیں:

خوارج کا حُلیہ: مشکوٰۃ شریف باب المعجزات کی حدیث نمبر ۲۵ ملاحظہ ہو۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم مقام جعرانہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے اور آپ غزوہ حنین کا مالِ غنیمت تقسیم فرما رہے تھے کہ آپ کی خدمت میں قبیلہ بنو تمیم کا ایک شخص جس کا نام ذوالخویصرہ تھا حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! عدل و انصاف سے کام لیجیے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا! افسوس ہے تجھ پر میں انصاف نہ کروں تو کون کرے گا، بے شک تو نا اُمید اور ٹوٹے میں رہا، اگر میں انصاف نہ کروں۔ حضرت عُمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس کی گردن مار دوں۔ آپ نے فرمایا اس کو اس حال میں چھوڑ دو۔ اس لیے کہ اس شخص کے کچھ لوگ تابعدار ہوں گے۔ اور تم ان کی نمازوں سے اپنی نمازوں کو اور ان کے روزوں سے اپنے روزوں کو حقیر سمجھو گے۔ اس لیے وہ لوگ ریاکار اور طالب شہرت ہوں گے اور دکھانے کے لیے اچھی طرح نمازیں پڑھیں گے

اور روزے رکھیں گے۔ یہ لوگ قرآن پڑھیں گے لیکن قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اُترے گا اور یہ لوگ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکاری کے ہاتھ سے چھوٹ کر شکار میں گزر جاتا ہے۔ جب تیر شکار کے جسم سے گزر جائے اور باہر آجائے تو اس کے پیکان سے پر تک صاف ہوتا ہے اور کوئی چیز اس کے کسی حصہ میں لگی نظر نہیں آتی حالانکہ وہ نجاست اور خون میں سے نکل کر آتا ہے اور اس شخص کے بعض تابعداروں کی علامت یہ ہے کہ وہ سیاہ رنگ کا آدمی ہوگا جس کے ایک بازو میں عورت کے پستان کی مانند ابھرا ہوا گوشت یا گوشت کا ایک ٹکڑا ہوگا جو ہلتا ہوگا اور یہ لوگ (یعنی ذوالخویصرہ کے ہمخیال و اتباع) لوگوں کے ایک بہترین فرقہ کے خلاف بغاوت کریں گے ابو سعید خدریؓ کا بیان ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ حدیث میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنی اور پھر میں شہادت دیتا ہوں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے ان لوگوں (خوارج) کی ایک جماعت لڑی اور میں اس جنگ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے ساتھ تھا۔ جب حضرت علیؓ نے فتح پائی تو اس شخص کو تلاش کرنے کا حکم دیا گیا جس کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا۔ چنانچہ نعشوں میں تلاش کر کے اس کی نعش کو لایا گیا۔ میں نے اس کو دیکھا۔ اس کی جو صفت آپ نے بیان فرمائی تھی اس میں موجود تھی۔

ایک اور موقع پر ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا جس کی آنکھیں اندر دھنسی ہوئی تھیں، پیشانی بلند تھی، گنجان داڑھی، رخسارے اُٹھے ہوئے اور سر منڈا ہوا تھا۔ بخاری میں یہ بھی ہے کہ تہ بند اٹھائے ہوئے تھا اور آپ سے عرض کیا! اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! خُدا سے ڈرو اور اسکی اطاعت کرو"۔ آپ نے فرمایا، اگر میں ہی خدا کی نافرمانی کروں گا تو کون اطاعت کریگا اور تو مجھ کو اطاعت گزاری کا سبق دیتا ہے۔ خُدا مجھ کو امین جانتا ہے اور زمین کے لوگوں میں امین ہوں، تو مجھ کو امین نہیں جانتا اور مجھ پر اعتماد نہیں کرتا۔ ایک شخص (حضرت علیؓ) نے آپ سے پوچھا، کیا اسے قتل کر دیا جائے۔ آپ نے منع فرمایا پھر جب وہ شخص چلا گیا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا اس شخص کی اصل سے ایک قوم (اسی حُلیے کی) پیدا ہوگی جو قرآن پڑھے گی اور قرآن اُنکے حلق سے نیچے نہ جائیگا۔ یہ لوگ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکاری کے ہاتھ سے نکل جاتا ہے۔ پھر یہ لوگ (یعنی خارجی) مسلمانوں کو

قتل کرینگے اور بُت پرستوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیں گے۔ اگر میں ان لوگوں کو پاؤں تو ان کو اس طرح ہلاک کروں جس طرح عاد ہلاک کیے گئے۔ (بحوالہ صحیحین)

بیہقی اور دیلمی نے خوارج کے متعلق حضور علیہ السلام سے بیان کیا کہ خوارج کی نشانی یہ ہے کہ وہ مجھ سے زیادہ میری اولاد سے اور حضرت علی مرتضیٰؓ سے بغض رکھیں گے اور فرمایا خارجی جہنم کے کتے ہیں۔ (طبرانی ۱۱۷/۲ مطبوعہ مصر) امام احمد سے روایت ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو شخص اہل بیت سے بغض رکھے وہ منافق ہے اور ترمذی نے حضرت جابر سے روایت کی، وہ فرماتے ہیں کہ ہم منافقین کو حضرت علی کرم اللہ وجہٗ کے بغض سے پہچانتے ہیں یعنی حضرت علی سے بغض رکھنا نفاق کی علامت ہے۔ چونکہ خوارج اور منافق مرتدین کے زمرہ میں آتے ہیں اور مرتد کی سزا قتل ہے جیسا کہ شروع میں گزرا۔ لہٰذا مملکتِ اسلامیہ کا فرض ہے کہ توہینِ رسالت کرنے والوں کا محاسبہ کرے اور ایک خصوصی عدالت قائم کرے۔ ایسے مجرموں کو جلد از جلد کیفر کردار تک پہنچانے کا بندوبست کرے۔ ایسا کرنا توفی زمانہ اور بھی ضروری ہو گیا ہے۔ جب کہ نام نہاد مسلمان حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں زبان درازی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب لبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخی کرنے والوں کو کبھی معاف نہیں کیا۔

دل و نگاہ کی پہنائیوں پہ چھائی ہے
محبتوں سے مرتب حسین قوسِ قزح
شہادتوں کی شفق رنگ سرخیوں کے طفیل
فلک ہے حرمتِ آقاؐ تو دین قوسِ قزح

راجا رشید محمود

ناموسِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)

ہے عبارت فطرتِ یزداں سے ناموسِ رسولؐ
برتر و بالا ہے ہر عنواں سے ناموسِ رسولؐ

فخرِ انساں، فخرِ موجودات، فخرِ انبیاء
ہے عیاں ہر آیتِ قرآں سے ناموسِ رسولؐ

کوئی بھی شے اس سے بڑھ کر ہو نہیں سکتی عزیز
ہے زیادہ عظمتِ انساں سے ناموسِ رسولؐ

کر دیا جاں دے کے ثابت غازی علم الدینؒ نے
قیمتی ہے غازیوں کی جاں سے ناموسِ رسولؐ

ذکر اس کا توڑ دیتا ہے اندھیروں کا طلسم
ہے جو روشن تر مہِ تاباں سے ناموسِ رسولؐ

عزت و آرام و جاں دے دیں، مسلماں کٹ مریں
اور بچائیں شدتِ ارماں سے ناموسِ رسولؐ

زندگی نے ہم کو بخشا ہے جو ذوقِ آگہی
جانتے ہیں ہم اسی عرفاں سے ناموسِ رسولؐ

آدمی کے واسطے ایمان سب کچھ ہے نثار
بڑھ کے ہے لیکن کہیں ایماں سے ناموسِ رسولؐ

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

اصغر نثار قریشی (لاہور)

انتہائے عشقِ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم

پرستارانِ لات و نسر مشکیں زیدؓ کی کس کر
جب اُس اسلام کے شیدا کو مقتل کی طرف لائے

قریش اپنے جلے دل کے پھپھولے پھوڑنے نکلے
گھروں سے رقصِ بسمل کا تماشا دیکھنے آئے

جبینِ زیدؓ پر اُس وقت وہ رونق برستی تھی
کہ صبحِ اوّلیں کے نور کی بارش بھی شرمائے

یہ اطمینانِ کامل دیکھ کر کفر اور جھلّایا
دلوں کی تیرگی نے بدر کے داغ اور چمکائے

ابوسفیاں پکارا، کیا ہی اچھا ہو محمد کو
ترے بدلے اگر جلاد خاک و خوں میں تڑپائے

تڑپ اُٹھتا ہوں جب مجھ کو وہ فقرے یاد آتے ہیں
بوقتِ ذبح اُس عاشق نے جو اس طرح دُہرائے

"مجھے ناز اپنی قسمت پر ہو، گر نام محمد پر
یہ سر کٹ جائے اور تیرا سراپا اس کو ٹھکرائے

یہ سب کچھ ہے گوارا، پر یہ دیکھا جا نہیں سکتا۔
کہ اُن کے پاؤں کے تلوے میں اک کانٹا بھی چُبھ جائے۔

——— مولانا ظفر علی خاں

گستاخِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سزا قتل

تحریر: علامہ احمد سعید کاظمی

کتاب و سنت، اجماعِ اُمت اور تصریحاتِ ائمۂ دین کے مطابق توہینِ رسول کی سزا صرف قتل ہے۔ رسول کی صریح مخالفت توہینِ رسول ہے۔ قرآن مجید نے اس جرم کی سزا قتل بیان کی ہے۔ اسی بنا پر کافروں سے قتال کا حکم دیا گیا۔ قرآن مجید میں ہے: ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ[1] یہ (یعنی کافروں کو قتل کرنے کا حکم)[2] اس لیے ہے کہ انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کی صریح مخالفت کر کے اُن کی توہین کا ارتکاب کیا۔ توہینِ رسول کے کفر ہونے پر بکثرت آیاتِ قرآنیہ شاہد ہیں۔ مثلاً وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ۚ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ[3] ترجمہ: اور اگر آپ اُن سے پوچھیں تو وہ ضرور کہیں گے ہم تو صرف ہنسی مذاق کرتے تھے۔ آپ (اُن سے) کہیں، کیا تم اللہ اور اُس کی آیتوں اور اس کے رسول کے ساتھ ہنسی مذاق کرتے ہو۔ کوئی عذر نہ کرو۔ بے شک ایمان کے بعد تم نے کفر کیا۔

۱؎ سورۃ انفال آیت ۱۳۔
۲؎ مدارک ص۱۷۱، ج ۲، خازن ص۱۷۱ ج ۲، البحر المحیط ص۴۷۱ ج ۴ ۔
۳؎ سورۃ توبہ آیت ۶۵، ۶۶۔

مُسلمان کہلانے کے بعد کفر کرنے والا مُرتد ہوتا ہے اور ازرُوئے قرآن مُرتد
کی سزا صرف قتل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قُلْ لِلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ
سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِىْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ[1] ترجمہ:
اے رسُول (صلی اللہ علیک وسلم) پیچھے رہ جانے والے دیہاتیوں سے فرما دیجیے،
عن قریب تم سخت جنگ کرنے والوں کی طرف بُلائے جاؤ گے۔ تُم اُن سے قتال کرتے
رہو گے یا وہ مُسلمان ہو جائیں گے ۔۔۔ یہ آیت مُرتدین اہلِ یمامہ کے حق میں بطورِ اخبار
بالغیب نازل ہوئی۔ اگرچہ بعض عُلماء نے اس مقام پر فارس و رُوم وغیرہ کا ذکر بھی کیا ہے،
لیکن حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کی حسبِ ذیل روایت نے اس آیت کو مُرتدین بنی حنیفہ
(اہلِ یمامہ) کے حق میں متعین کر دیا:

عن رافع بن خديج انا كنا نقرأ هذه الآية فيما مضى ولا نعلم من
هم حتى دعا ابوبكر رضى الله عنه الى قتال بنى حنيفة فعلمنا انهم
اريدوا بها۔[2] ترجمہ: حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ گزشتہ زمانے میں ہم اس آیت کو
پڑھا کرتے تھے اور ہمیں معلوم نہ تھا کہ وہ کون لوگ ہیں۔ یہاں تک کہ حضرت ابو بکر صدیق
رضی اللہ عنہ نے (مُرتدین) بنی حنیفہ (اہلِ یمامہ) کے قتال کی طرف مسلمانوں کو بلایا۔ اس
وقت ہم سمجھے کہ اس آیتِ کریمہ میں یہ مُرتدین ہی مُراد ہیں۔

ثابت ہوا کہ اگر مُرتد اسلام نہ لائے تو ازرُوئے قرآن اُس کی سزا قتل کے سوا

۱؎ سُورۃ الفتح آیت ۱۶ ۲؎ البحر المحیط ص۹۳ ج ۸، رُوح المعانی ص۱۰۲ پ ۲۶۔

کچھ نہیں۔ قتلِ مُرتد کے بارے میں مُتعدد احادیث وارد ہیں۔ اختصار کے پیشِ نظر صرف ایک
حدیث پیش کی جاتی ہے:

اتى علىّ بزنادقة فاحرقهم (وفى رواية ابى داؤد[1] انّ عليًّا احرق
ناسًا ارتدوا عن الاسلام) فبلغ ذٰلك ابن عباس فقال لو كنت انا
لم احرقهم لنهى رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم لا تعذبوا
بعذاب الله ولقتلتهم لقول رسول الله صلى الله عليه وسلم من
بدّل دينه فاقتلوه۔[2] ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس (مُرتد ہو جانے والے) زندیق لوگ لائے
گئے تو آپ نے انھیں جلا دیا۔ اس کی خبر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو
پہنچی تو انھوں نے فرمایا، اگر (آپ کی جگہ) میں ہوتا، تو انھیں نہ جلاتا، کیونکہ رسُول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے عذاب کے ساتھ کسی کو عذاب نہ دو، اور میں انھیں
قتل کرا دیتا، کیونکہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو (مُسلمان) اپنے دین سے
پھر جائے، اُسے قتل کر دو۔

گستاخِ رسُول کا قتل

غلافِ کعبہ سے لپٹے ہوئے توہینِ رسُول کے مرتکب مُرتد کو مسجد حرام میں قتل کرنے کا حکم

۱؎ ابی داؤد ص۵۹۸ ج ۲۔ ۲؎ صحیح بخاری ص۲۴۳ ج ۱، ص۱۰۲۳ ج ۲، ص۱۰۹۶ ج ۲
ابو داؤد ص۵۹۸ ج ۲، ترمذی ص۱۷۶ ج ۱، نسائی ص۱۵۱ ج ۲، ابن ماجہ ص۱۸۵ ج ۱،
مسند احمد ص۲۳۱ ج ۵ عن معاذ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں تشریف فرما تھے۔ کسی نے حضور سے عرض کی، حضور! (آپ کی شان میں توہین کرنے والا) ابن خطل کعبہ کے پردوں سے لپٹا ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا: "اقتلوہ" اسے قتل کر دو۔[1]

یہ عبداللہ بن خطل مرتد تھا۔ ارتداد کے بعد اس نے کچھ ناحق قتل کیے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو میں شعر کہہ کر حضور کی شان میں توہین وتنقیص کیا کرتا تھا۔ اس نے دو گانے والی لونڈیاں اس لیے رکھی ہوئی تھیں کہ وہ حضور کی ہجو میں اشعار گایا کریں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے قتل کا حکم دیا تو اسے غلافِ کعبہ سے باہر نکال کر باندھا گیا اور مسجدِ حرام میں مقامِ ابراہیم اور زم زم کے درمیان اس کی گردن ماری گئی۔[2]

یہ صحیح ہے کہ اس دن ایک ساعت کے لیے حرمِ مکہ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے حلال قرار دے دیا گیا تھا، لیکن بالخصوص مسجدِ حرام میں مقامِ ابراہیم اور زم زم کے درمیان اس کا قتل کیا جانا اس بات کی دلیل ہے کہ گستاخِ رسول باقی مرتدین سے بدرجہا بدتر و بدحال ہے۔

[1] بخاری ص ۲۴۹ ج ۱، ص ۶۱۴ ج ۲۔

[2] فتح الباری ص ۱۳ ج ۸، عمدۃ القاری ص ۳۴۷ ج ۸، ارشاد الساری ص ۳۹۲ ج ۶۔

اجماعِ اُمّت

۱۔ قال محمّد بن سحنون اجمع العلماء ان شاتم النبي صلّى الله عليه وسلّم المتنقّص له كافر والوعيد جار عليه بعذاب الله له وحكمه عند الامّة القتل ومن شك [في] كفره وعذابه كفر۔[1]

ترجمہ: محمد بن سحنون نے فرمایا، علماء امت کا اجماع ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالی دینے والا حضور کی توہین کرنے والا کافر ہے اور اس کے لیے اللہ تعالیٰ کے عذاب کی وعید جاری ہے اور امت کے نزدیک اس کا حکم قتل ہے۔ جو اس کے کفر اور عذاب میں شک کرے، کافر ہے۔

۲۔ وقال ابو سليمان الخطابي لا اعلم احدا من المسلمين اختلف في وجوبِ قتله اذا كان مسلمًا۔[2]

ترجمہ: امام ابو سلیمان الخطابی نے فرمایا، جب مسلمان کہلانے والا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب کا مرتکب ہو تو میرے علم میں کوئی ایسا مسلمان نہیں جس نے اس

[1] الشفاء ص ۲۱۵، ۲۱۶ ج ۸، نسیم الریاض شرح الشفاء ص ۳۳۸ ج ۴، الرد المحتار ص ۳۱۷ ج ۳، الصارم المسلول ص ۴

[2] الشفاء ص ۲۱۶ ج ۲، فتح القدیر شرح ہدایہ ص ۴۰۷ ج ۴، الصارم المسلول ص ۴

کے قتل میں اختلاف کیا ہو۔

۳۔ واجمعت الامۃ علیٰ قتل متنقصه من المسلمین وسابه۔[1]

ترجمہ: اور اُمت کا اجماع ہے کہ مسلمان کہلا کر حضورؐ کی شان میں سب اور تنقیص کرنے والا قتل کیا جائے گا۔

۴۔ قال ابوبکر بن المنذر اجمع عوام اهل العلم علیٰ ان من سبّ النبيّ صلی الله علیه وسلم یقتل قال ذٰلك مالك بن انس واللیث واحمد واسحاق وهو مذهب الشافعي قال القاضي ابوالفضل وهو مقتضی قول ابي بکر الصدّیق رضي الله عنه ولا تقبل توبته عند هٰؤلاء وبمثله قال ابوحنیفة واصحابه والثوري واهل الکوفة والأوزاعي في المسلمین لٰکنّهم قالوا هي ردّة۔[2]

ترجمہ: امام ابوبکر بن منذر نے فرمایا، عامۂ علماء اسلام کا اجماع ہے کہ جو شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سب کرے قتل کیا جائے گا۔ ان ہی میں سے مالک بن انس، لیث، احمد، اسحاق (رحمہم اللہ) ہیں اور یہی شافعیؒ کا مذہب ہے۔

[1] الشفاء ج۲ ص۲۱۱
[2] الشفاء ص۲۱۵

قاضی عیاض نے فرمایا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کا یہی مقتضیٰ ہے۔ (پھر فرماتے ہیں) اور ان ائمہ کے نزدیک اس کی توبہ بھی قبول نہ کی جائے گی۔ امام ابوحنیفہ، ان کے شاگردوں، امام ثوری، کوفہ کے دوسرے علماء اور امام اوزاعی کا قول بھی اسی طرح ہے۔ ان کے نزدیک یہ ردت ہے۔

۵۔ انّ جمیع من سبّ النبيّ صلی الله علیه وسلم او عابه او الحق به نقصًا في نفسه او نسبه او دینه او خصلة من خصاله او عرض به او شبّهه بشیٔ علی طریق السّبّ له او الازراء علیه او التّصغیر بشانه او الغضّ منه والعیب له فهو سابّ له والحکم فیه حکم السّابّ یقتل کما نبیّنه ولا نستثني فصلًا من فصول هٰذا الباب علی هٰذا المقصد ولا نمتری فیه تصریحًا کان او تلویحًا......... وهٰذا کلّه اجماع من العلماء وائمّة الفتوی من لدن الصّحابة رضوان الله علیهم الی هلم جرا۔[1]

ترجمہ: بے شک ہر وہ شخص جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو گالی دی

[1] الشفاء ص۲۱۴ ج۲، الصارم المسلول ص۵۲۵ (طبع بیروت)

یا حضور کی طرف کسی عیب کو منسوب کیا یا حضور کی ذاتِ مقدسہ، آپ کے نسب، دین یا آپ کی کسی خصلت سے کسی نقص کی نسبت کی یا آپ پر طعنہ زنی کی یا جس نے بطریقِ سب اہانت یا تحقیرِ شانِ مبارک یا ذاتِ مقدسہ کی طرف کسی عیب کو منسوب کرنے کے لیے حضور کو کسی چیز سے تشبیہ دی، وہ حضور کو صراحۃً گالی دینے والا ہے، اُسے قتل کر دیا جائے۔ ہم اِس حکم میں قطعاً کوئی استثنا نہیں کرتے۔ نہ ہم اِس میں کوئی شک کرتے ہیں۔ خواہ صراحۃً توہین ہو یا اشارۃً کنایۃً۔ اور یہ سب علماء اُمت اور اہلِ فتویٰ کا اجماع ہے۔ عہدِ صحابہ سے لے کر آج تک، رضی اللہ تعالیٰ عنہم

٦ - والحاصل انّه، لاشكّ و لا شبهة في كفر شاتم النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم وفي استباحة قتله وهو المنقول عن الائمة الاربعة.[۱]

ترجمہ : خلاصہ یہ ہے کہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو گالی دینے والے کے کفر اور اُس کے مستحقِ قتل ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ چاروں ائمہ (ابُوحنیفہ، مالک، شافعی، احمد بن حنبل) سے یہی منقول ہے۔

۷ - كلّ من ابغض رسول الله صلى الله عليه وسلّم

[۱] فتاویٰ شامی حنفی ص۳۲۱ ج ۳، ونحوه الصارم المسلول للحنبلی ص۴ ۔

بقلبه كان مرتدًا فالسّابّ بطريق اولٰى ثمّ يقتل حدًا عندنا.[۱]

ترجمہ : جو شخص رسُولُ اللہ صلّی اللہُ علیہِ وسلّم سے اپنے دِل میں بُغض رکھے وُہ مُرتد ہے۔ آپ کو گالی دینے والا تو بطریقِ اولیٰ مستحقِ گردن زدنی ہے۔ پھر (مخفی نہ رہے کہ) یہ قتل ہمارے نزدیک بطورِ حد ہوگا۔

۸ - ايما رجل مسلم سبّ رسول الله صلّى الله عليه وسلّم اوكذّبه اوعابه او تنقصه فقد كفر بالله وبانت منه زوجته.[۲]

ترجمہ : جو مسلمان رسُول اللہ صلّی اللہُ علیہِ وسلّم کو سب کرے یا تکذیب کرے یا عیب لگائے یا آپ کی تنقیصِ شان کا (کسی اور طرح سے) مرتکب ہو، تو اُس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا اور اُس سے اُس کی زوجہ اُس کے نکاح سے نکل گئی۔

۹ - اذا عاب الرّجل النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم في شيء كان كافرا وكذا قال بعض العلماء لو قال لشعر النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم شعير فقد كفر و عن

[۱] فتح القدیر (امام ابن ہمام حنفی) ج۴ ص۴۰۷ ۔ [۲] کتاب الخراج امام ابو یوسف ص۱۸۲، فتاویٰ شامی ج۳ ص۳۱۹ ۔

ابي حفص الكبير من عاب النبيّ صلّى الله عليه وسلّم بشعرة من شعراته الكريمة فقد كفر وذكر في الاصل ان شتم النبيّ كفر [1]

ترجمہ: کسی شے میں حضور پر عیب لگانے والا کافر ہے اور اسی طرح بعض علماء نے فرمایا، اگر کوئی حضور صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے بالِ مبارک کو "شعر" کے بجائے (بصیغۂ تصغیر) "شُعَیر" کہہ دے تو وہ کافر ہو جائے گا۔ اور امام ابو حفص الکبیر (حنفی) سے منقول ہے کہ اگر کسی نے حضور صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے کسی ایک بالِ مبارک کی طرف بھی عیب منسوب کیا تو وہ کافر ہو جائے گا اور امام محمد نے "مبسوط" میں فرمایا کہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو گالی دینا کفر ہے۔

۱۰۔ ولا خلاف بين المسلمين ان من قصد النبيّ صلّى الله عليه وسلّم بذلك فهو ممّن ينتحل الإسلام انّهٗ مرتد يستحق القتل [2]

ترجمہ: کسی مسلمان کو اس میں اختلاف نہیں کہ جس شخص نے نبیِ کریم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی اہانت و ایذا رسانی کا قصد کیا اور وہ مسلمان کہلاتا ہے وہ مرتد مستحقِ قتل ہے۔

---

[1] فتاوٰی قاضی خان ص ۸۸۲ ج ۴ (طبع نولکشور) [2] احکام القرآن للجصاص ص ۱۰۶ ج ۲۔

ناموسِ احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

یہی حُسنِ عقیدت ہے یہی پاسِ شریعت ہے
تحفظ آپ کے ناموس کا پیغامِ فطرت ہے

نہیں ملحوظ جس کو عظمت و شانِ شہِ بطحیٰ
وہ ہے بدبخت و بدقسمت وہی محرومِ رحمت ہے

خُدا کے قہر سے وہ شخص بچ سکتا نہیں ہرگز
وہ جو گستاخِ دربارِ گہُر بارِ نبوّت ہے

تحفظ شانِ احمدؐ کا خبیبؓ و زیدؓ سے سیکھو
حیات و موت جن کی مظہرِ شوقِ شہادت ہے

نبیؐ کے نام پر مٹنا سَنَد ہے خُلد پانے کی
فِدا ہونا شہِ کونینؐ پر پیغامِ جنّت ہے

بنایا اُمّتی ہم کو شہِ بزمِ دو عالمؐ کا
خدائے پاک کی ہم پر یہ کس درجہ عنایت ہے

نہیں پیشِ نظر جس کے وقارِ رہبرِ اعظمؐ
مثالِ بولہب ربِ دو جہاں کی اس پہ لعنت ہے

تحفظ ہو سکے ہم سے نہ گر ناموسِ احمدؐ کا
تو پھر یہ زندگی اپنی سراسر ایک تُہمت ہے

شہِ لولاکؐ کی رحمت سے پایا یہ وطن ہم نے
یہاں مقصود سب کا عظمت و شانِ نبوّت ہے

بڑھو پرچم اُٹھا کر ہر طرف شانِ "رفعنا" کا
اسی پرچم کے سائے میں رضاؔ تسکین و راحت ہے

——— پروفیسر محمد اکرم رضاؔ (گوجرانوالہ)

تحفظِ ناموسِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء

یہ محبت کا تقاضا ہے کہ جو محبوب کو
دیکھے میلی آنکھ سے، اُس کا ٹینٹوا دبا دو
اس لیے ہر باحمیت اہلِ دیں پر فرض ہے
وہ فنا فی النار کرے شاتمِ سرکار کو

جس کو ہو ادراک اُن کے مرتبے کا دہر میں
وہ مقدر کا سکندر ہے، وہ قسمت کا دھنی
ہو گیا لاریب وہ چشمِ خدا میں سرفراز
سرورِ کونین کی حرمت پہ جس نے جان دی

بہشت پاؤں پڑے اور فلک سلام کرے
بسا ہوا ہو نگاہوں میں جو نبی کا جمال
جو ہو محبتِ سرکار سے مگن دل میں
جو ہو تحفظِ ناموسِ مصطفیٰ کا خیال

راجا رشید محمود

گستاخِ رسول واجب القتل صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

(سیّد نصیر الدّین نصیر گیلانی گولڑوی اپنی کتاب "راہ و رسمِ منزل ہا" میں اس موضوع پر حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی اور امام ابن تیمیّہ کے حوالے سے لکھتے ہیں)

مجددِ ملّت حضرت پیر سیّد مہر علی شاہ قدّس سرہ نے گستاخِ رسول کو واجب القتل فرمایا ہے۔ حضرت کی اپنی عبارت ملاحظہ ہو: "معراج شریف کی نسبت قادیانی صاحب کا لکھنا کہ اس جسمِ کثیف کے ساتھ نہیں گئے تھے، سخت گستاخی اور بے ادبی ہے۔ گو کہ جسمِ شریف کی کثافت بہ نسبتِ رُوحِ مُطہّر ہی خیال کی جائے۔ قاضی عیاضؒ شفا میں (اور) قاضی ثناء اللہ مالا بُدّ میں لکھتے ہیں، جس کا حاصل یہ ہے کہ کسی نوع کی بے ادبی کا مُرتکب بجنابِ نبوی، بلکہ کُل انبیاء علیہم السّلام کی نسبت، خواہ مسلمان بھی کیوں نہ ہو، واجب القتل[1] ہے۔"[2]

گستاخِ رسول کے لیے شیخ ابنِ تیمیہؒ کا فتویٰ

جیسا کہ ہم نے اس کتاب میں لکھا ہے کہ ابنِ تیمیہؒ کو عام طور پر وہابیت کا بانی کہا جاتا ہے اور یہ کہ محمد بن عبدالوہاب نجدی (م ۱۷۹۲ء) بھی اُنہی کے مُتبع تھے، یہ اور بات کہ شیخ نجدی تشدد میں اُن سے بہت آگے نکل گئے۔ بہرحال یہاں اس کی تفصیل میں جانے کا موقع نہیں۔ علامہ ابنِ تیمیہؒ "ایذائے رسول ایذائے الٰہی ہے" کے موضوع پر آیاتِ قرآنی سے استدلال کرنے کے بعد لکھتے ہیں:- انہ قَرَنَ اذاہُ باذاہُ کما قَرَنَ طاعتَہٗ بطاعتِہٖ فمن اٰذاہ فقد اٰذی اللہَ تعالیٰ وقد جاء ذٰلك منصوصاً عنہ، ومن اٰذی اللہَ فھُوَ کافرٌ حلال الدمِ یُبَیِّنُ ذٰلك انَّ اللہَ تعالیٰ جَعَلَ مَحبّۃَ اللہِ و رسُولہٖ و ارضاءَ اللہِ و رسولہٖ وطاعۃَ اللہ

---

[1] صراحۃً یا اشارۃً، عمداً یا سہواً منہ

[2] دیکھیے سیفِ چشتیائی، از حضرتِ اعلیٰ گولڑویؒ، ص ۴۱، مطبوعہ لاہور، سنِ طباعت ۱۹۸۱ء

ورسولہٖ شیئًا واحدًا۔[1] (ترجمہ) بے شک اللہ تعالیٰ نے جس طرح رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو اپنی اطاعت سے ملایا، اُسی طرح آپ کی ایذا کو بھی اپنی ایذا سے ملایا۔ پس جس نے حضور علیہ السلام کو ایذا پہنچائی اُس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا پہنچائی اور یہ امر منصوص ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا پہنچائی وہ کافر اور واجب القتل ہے۔ اس بات کی وضاحتِ مزید اس سے ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت، اپنی ذات اور حضور علیہ السلام کی رضا، اپنی اطاعت اور رسولِ انام علیہ السلام کی اطاعت کو ایک ہی چیز قرار دیا ہے۔

وسیلۂ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر اللہ سے رابطہ ممکن نہیں

شیخ ابنِ تیمیہ اِس سلسلے میں لکھتے ہیں :- وَأَنَّ جِهَةَ حُرْمَةِ اللهِ تعالیٰ وَرَسُولِهٖ جِهَةٌ وَاحِدَةٌ؛ فَمَنْ آذَى الرَّسُولَ فَقَدْ آذَى اللهَ وَمَنْ اَطَاعَهٗ فَقَدْ اَطَاعَ اللهَ؛ لِاَنَّ الْاُمَّةَ لَا يَصِلُوْنَ مَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ رَبِّهِمْ اِلَّا بِوَاسِطَةِ الرَّسُوْلِ، لَيْسَ لِاَحَدٍ مِّنْهُمْ طَرِيْقٌ وَلَا سَبَبٌ سِوَاهُ۔[2] (ترجمہ) اور بیشک حُرمتِ الٰہی اور حُرمتِ نبوی ایک ہی چیز ہے، پس جس نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچائی، اُس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا پہنچائی اور جس نے حضور علیہ السلام کی اطاعت کی، اُس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی، اِس لیے کہ بیشک رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے کے بغیر اُمت کے لیے اللہ تعالیٰ سے رابطے کا کوئی ذریعہ کوئی راستہ اور کوئی سبب نہیں

---

[1] دیکھئے الصارمُ المسلُول علیٰ شاتمِ الرسول (عربی) از ابنِ تیمیہؒ، ص ۴۰، مطبوعہ بیروت، سنِ طباعت ۱۹۷۸ء

[2] دیکھئے الصارمُ المسلُول علیٰ شاتمِ الرسول، ص ۴۱، مطبوعہ بیروت

حلقۂ درودِ پاک

۱۔ محمد سعید صوفی صاحب اپنے گھر واقع صوفی آباد۔ وِنڈالہ روڈ۔ شاہدرہ لاہور میں چاند کی ہر گیارھویں تاریخ کو اپنے احباب کے ساتھ مل کر حلقۂ درودِ پاک قائم کرتے ہیں اور بارگاہِ سرورِ کائنات علیہ السلام والصلوٰۃ میں ہدیۂ ارادت پیش کرتے ہیں۔

۲۔ جامع مسجد اقبال پارک، گلشنِ اقبال، ڈیفنس روڈ لاہور میں مسجد کے خطیب مولانا قاری عطاء الرحمٰن کے زیرِ اہتمام ہر جمعۃ المبارک کو نمازِ فجر کے بعد حلقۂ درودِ پاک قائم ہوتا ہے اور لوگ محبت و عقیدت سے اس میں شرکت کرتے ہیں۔

۳۔ عبدالحق ظفر چشتی کے ہاں چشتیہ منزل۔ گلی نمبر ۱۔ رحمت کالونی۔ مصطفےٰ آباد لاہور میں ہر جمعۃ المبارک کو نمازِ فجر کے بعد محلے کے بچے اور بڑے اکٹھے ہو کر درودِ پاک پڑھتے ہیں۔ (مستورات کے لیے علیحدہ انتظام ہوتا ہے)۔

۴۔ گلی نمبر ۱۔ رحمت کالونی، مصطفےٰ آباد کے سب بچے مل کر ہر ماہ کی کسی ایک جمعرات کو محلے کے کسی ایک گھر میں بیٹھ کر درودِ پاک پڑھتے ہیں۔

۵۔ گزشتہ دو ماہ سے ایڈیٹر 'نعت' راجا رشید محمود کے اہلِ خانہ ہر قمری بارھویں کو بھی حلقۂ درودِ پاک کا اہتمام کرنے لگے ہیں۔

فیاض حسین چشتی نظامی
(خادم درُودِ پاک)

ایڈیٹر نعت کی چند مطبوعات

ایڈیٹر "نعت" کی بیس سے زیادہ تصانیف/تالیفات شائع ہو چکی ہیں۔ ان میں سے مندرجہ ذیل کتابیں دستیاب ہیں

۱۔ **حدیثِ شوق** دوسرا مجموعہ جس میں ۸۷ نعتیں ہیں۔ آخر میں ایڈیٹر "نعت" کی نعتیہ شاعری کے بارے میں اہلِ علم و دانش کی آرا شامل ہیں۔ دوسرا ایڈیشن۔ صفحات ۱۷۶۔ قیمت ۲۴ روپے

۲۔ **نعتاں دی ڈالی** پنجابی مجموعۂ نعت جسے ۱۲ ربیع الاول ۱۴۰۹ھ کو صدارتی ایوارڈ دیا گیا۔ کتاب میں ۶۳ نعتیں ہیں۔ "حدیثِ شوق" کی طرح اس مجموعے میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے "تو" یا "تم" کا صیغہ استعمال کرنے کی جسارت نہیں کی گئی۔ صفحات ۱۴۴ قیمت ۳۰ روپے

۳۔ **قلزمِ رحمت** امیر مینائی کے مجموعۂ نعت "محامدِ خاتم النبیین" صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں سے اسّی نعتوں کا انتخاب۔ شروع میں امیر مینائی اور اُن کی نعت کے عنوان سے تحقیقی مقدمہ۔ صفحات ۹۶۔ قیمت ۱۰ روپے۔

۴۔ **نعتِ حافظ** حافظ پیلی بھیتی کے آٹھ نعتیہ مجموعوں کا انتخاب۔ شروع میں "حافظ اور کلامِ حافظ" کے عنوان سے ۵۳ صفحات کا مقدمہ۔ صفحات ۲۸۰۔ قیمت ۷۵ روپے

۵۔ **میرے سرکار** صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مختلف موضوعات پر ایڈیٹر "نعت" کے فکر انگیز اور بصیرت افروز مضامین کا مجموعہ۔ صفحات ۱۴۴ قیمت ۱۸ روپے

۶۔ **احادیث اور معاشرہ** حسنِ معاشرت کے بارے میں آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تیس احادیثِ مبارکہ کی تشریح۔
دوسرا ایڈیشن۔ صفحات ۱۵۲۔ قیمت ۱۸ روپے

۷۔ **ماں باپ کے حقوق** کتاب ۱۷ ابواب پر مشتمل ہے۔ کتاب کی تالیف میں ۷۰ سے زیادہ کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے۔ اپنے موضوع پر حرفِ آخر کی حیثیت رکھتی ہے۔ صفحات ۱۱۲۔ قیمت ۲۱ روپے

۸۔ **اقبال، قائدِ اعظم اور پاکستان** بانیٔ پاکستان، حکیم الامت اور مملکتِ خداداد پاکستان کے بارے میں نہایت اہم تحریر۔ دوسرا ایڈیشن۔ صفحات ۱۶۰۔ قیمت ۳۰ روپے۔

۹۔ **اقبال و احمد رضا۔ مدحت گرانِ پیغمبر** صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم علامہ اقبال اور مولانا احمد رضا خان بریلوی کی قدرِ مشترک عشقِ رسول علیہ التحیۃ والتسلیم پر ایک جامع تحریر۔ تیسرا ایڈیشن۔ صفحات ۱۱۲۔ قیمت ۱۰ روپے

۱۰۔ **راج دلارے** بچوں کیلئے ایڈیٹر "نعت" کی نظمیں۔ دوسرا ایڈیشن۔ دو رنگی طباعت۔ صفحات ۹۶۔ قیمت ۱۸ روپے

۱۱۔ **تحریکِ ہجرت ۱۹۲۰ء** تحریکِ ہجرت ۱۹۲۰ء کے اسباب و علل اور اس کے عواقب و نتائج کا یہ پہلا تاریخی اور تحقیقی تجزیہ ہے جسے حقائق کی روشنی میں دیکھا اور پرکھا گیا ہے۔ دوسرا ایڈیشن۔ صفحات ۱۴۴۔ قیمت ۸۵ روپے

۱۲۔ **منشورِ نعت** اردو اور پنجابی نعتیہ فردیات کا مجموعہ۔ صفحات ۱۷۶۔ قیمت ۵۰ روپے

آپ کو جن کتابوں کی ضرورت ہو اُن کی قیمت بھیج دیں کتابیں فوراً بھیج دی جائیں گی

اختر کتاب گھر اطہر منزل۔ نیو شالامار کالونی
ملتان روڈ۔ لاہور

ایڈیٹر نعت کی نئی تالیفات

حمد و نعت

مضامین : اسلام میں توحید کا تصوّر۔ حمد، حامد اور محمود۔ احادیث میں حمدِ خداوندی۔ حمدیہ شاعری میں ذاتی حوالہ۔ بارگاہِ خُداوندی میں ملّت کی فریاد۔ حمد اور نعت کا تعلق۔ حمد میں نعت کی صُورتیں۔ قرآنِ مجید میں نعت صحابہ کرامؓ اور نعت۔ نعت کیا ہے۔ نعت کی تعریف۔ نعت میں احترامِ رسالت کے تقاضے آشوبِ عصر اور نعت۔ نعت میں شمائل و فضائل کا بیان۔ نعت میں اظہارِ عجز۔ نعت میں افتخار کی صُورتیں —— ۲۹ حمدیں (جن میں نعت بھی ہے) اور "نعت کیا ہے" کے موضوع پر ۲۰ نظمیں اور حمد کے موضوع پر اب تک شائع ہونے والی کتابوں کا تعارُف

۲۰۸ صفحات — مضبوط جلد — خوبصورت چار رنگا گرد پوش — قیمت : ۴۸ رُوپے

میلاد النبی صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم

یومِ ولادتِ سرکارؐ ۱۲ ربیع الاوّل یا ۹ ربیع الاوّل (ایک تحقیقی مقالہ) ظہورِ قدسی (نعتیہ شہ پارے) مستانہ بزمِ مولود (خواجہ حسن نظامی کی اچھوتی تحریر) محافلِ میلاد (تاریخی و تحقیقی جائزہ) عربی مولود نامے، حیاتِ طیبہ میں ربیع الاوّل کی اہمیت (سیرت النبیؐ کا نیا رُخ) قبّہ مولد النبیؐ، میلاد کا فلسفہ —— اور دوسرے مضامین کے علاوہ ۸۰ کے قریب میلادیہ نعتیں۔ ۳۳۶ صفحات۔ خوبصورت اور مضبوط جلد جاذبِ نظر گرد پوش۔ قیمت ۷۲ رُوپے

مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم

مدینۂ طیبہ کی فضیلت و فوقیت۔ مدینۃ الرسولؐ کے اسمائے مقدّسہ۔ مدینہ، تاجدارِ مدینہؐ کی نظر میں۔ زیارتِ مدینہ کی اہمیت۔ مدینۂ منورہ میں حاضری کی تمنّا۔ سرکار کا شہر۔ "مدینہ شناسی"۔ روضۂ سرکارؐ۔ زیارتِ روضۂ اطہر کی خواہش۔ معنیٔ محبت اور حدودِ دنیت۔ تاریخ و آثارِ مدینہ۔ مدینہ، سرزمینِ محبت۔ مدینہ سفرناموں کی روشنی میں، اردو شاعری اور مدینۂ طیبہ۔ نفس گم کردہ می آید جُنید و بایزید ایں جا۔ پنجابی نعت میں مدینۃ الرسولؐ کا ذکر ان مضامین کے علاوہ مدینۃ النبیؐ پر ۲۹ نظمیں اور "مدینہ" ردیف کی ۲۸ نعتیں۔

۲۰۸ صفحات — مضبوط جلد — دیدہ زیب گرد پوش —— قیمت : ۴۸ رُوپے

مکتبہ ایوانِ نعت رجسٹرڈ
نزد جامع مسجد سُنی رضوی
نیو شالامار کالونی ملتان روڈ۔ لاہور

کاغذ کی قیمت اور طباعت و اشاعت کے دوسرے متعلقات کے اخراجات میں بے پناہ اضافے کی وجہ سے **نعت** کی قیمت میں اضافہ ناگزیر ہو گیا ہے۔ اُمید ہے قارئینِ کرام تعاون فرمائیں گے

قیمت فی پرچہ : پندرہ روپے

زرِ سالانہ : ۱۶۰ روپے

ماہنامہ "نعت" لاہور
۱۹۸۸ء کے خاص نمبر

- جنوری ——— حمدِ باری تعالیٰ
- فروری ——— نعت کیا ہے
- مارچ ——— مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (حصہ اوّل)
- اپریل ——— اردو کے صاحبِ کتاب نعت گو (حصہ اوّل)
- مئی ——— مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (حصہ دوم)
- جون ——— اردو کے صاحبِ کتاب نعت گو (حصہ دوم)
- جولائی ——— نعتِ قدسی
- اگست ——— غیر مسلموں کی نعت (حصہ اوّل)
- ستمبر ——— رسول نمبروں کا تعارف صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (حصہ اوّل)
- اکتوبر ——— میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (حصہ اوّل)
- نومبر ——— میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (حصہ دوم)
- دسمبر ——— میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (حصہ سوم)

ماہنامہ نعت لاہور کے ۱۹۸۹ء خاص نمبر

جنوری	لاکھوں سلام (حصہ اوّل)
فروری	رسولؐ نمبروں کا تعارف (حصہ دوم)
مارچ	معراج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (حصہ اوّل)
اپریل	معراج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (حصہ دوم)
مئی	لاکھوں سلام (حصہ دوم)
جون	غیر مسلموں کی نعت (حصہ دوم)
جولائی	کلامِ ضیاء (علامہ ضیاء القادری) حصہ اوّل
اگست	کلامِ ضیاء (حصہ دوم)
ستمبر	اردو کے صاحبِ کتاب نعت گو (حصہ سوم)
اکتوبر	درود و سلام (حصہ اوّل)
نومبر	درود و سلام (حصہ دوم)
دسمبر	درود و سلام (حصہ سوم)

ماہنامہ نعت لاہور کے ۱۹۹۰ء کے خاص نمبر

- جنوری — حسن رضا بریلوی کی نعت
- فروری — رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمبروں کا تعارف (حصہ سوم)
- مارچ — درود و سلام (حصہ چہارم)
- اپریل — درود و سلام (حصہ پنجم)
- مئی — درود و سلام (حصہ ششم)
- جون — غیر مسلموں کی نعت (حصہ سوم)
- جولائی — اردو کے صاحبِ کتاب نعت گو (حصہ چہارم)
- اگست — وارثیوں کی نعت
- ستمبر — آزاد بیکانیری کی نعت (حصہ اوّل)
- اکتوبر — میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (حصہ چہارم)
- نومبر — درود و سلام (حصہ ہفتم)
- دسمبر — درود و سلام (حصہ ہشتم)

آئندہ شمارے

جنوری ۱۹۹۱ء ——— شہیدانِ ناموسِ رسالت ﷺ

حصہ اوّل

فروری ۱۹۹۱ء ——— شہیدانِ ناموسِ رسالت ﷺ

حصہ دوم

نعت سے متعلق مختلف ایوارڈ

ایوانِ نعت رجسٹرڈ نے فیصلہ کیا ہے کہ مجلسِ سخن رجسٹرڈ کے اشتراک سے ہر سال نعت کے مندرجہ ذیل ایوارڈ جاری کیے جائیں:

۱۔ نعت کے کسی بھی شعبے میں نمایاں کام کرنے والی خاتون کو:
اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ ایوارڈ

۲۔ بہترین مجموعۂ نعت پر:
حضرتِ حسّان رضؓ ایوارڈ

۳۔ نعت کے بارے میں بہترین تحقیق کرنے والے کو:
حضرتِ ابو طالب رضؓ ایوارڈ

۴۔ نعت کے حوالے سے بہترین خطاطی پر:
حضرتِ علی رضؓ ایوارڈ

۵۔ بہترین انتخابِ نعت پر:
امام مالکؒ ایوارڈ

۶۔ بہترین نعت پر:
علّامہ بُوصیریؒ ایوارڈ

۷۔ سیرت کی بہترین کتاب پر:
ابنِ اسحٰقؒ ایوارڈ

۸۔ درود و سلام کے موضوع پر سب سے اہم کام کرنے والے کو:
امام شافعیؒ ایوارڈ

۹۔ مدینۂ طیبہ پر بہترین کتاب یا مقالہ لکھنے والے کو:
شہیدیؒ ایوارڈ

۱۰۔ بہترین نعت خواں کو، جو صرف خوشنودیٔ حضور ﷺ کے لیے نعت پڑھتا ہو:
احمد رضاؒ ایوارڈ

۱۱۔ حضور صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ارشادات کی تعمیل میں معاشرتی اچھائیوں کے لیے کام کرنے والے کو: **راجا غلام محمدؒ ایوارڈ**

مصنفین/ محققین/ مؤلفین/ شعرا اپنی کتاب کی تین جلدیں "ایڈیٹر نعت" کے نام ارسال کریں۔ ● جو حضرات اپنی کتابیں نہ بھیج سکیں، اپنی کتابوں کے ضروری کوائف بھیج دیں، ادارہ خود کتابیں حاصل کرنے کی کوشش کرے گا۔ ● ان ایوارڈوں کا کوئی مستحق آپ کی نظر میں ہو تو ازراہِ کرم مطلع فرمائیں:

ایڈیٹر ماہنامہ "نعت" اظہر منزل، نیو شالامار کالونی، ملتان روڈ، لاہور

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۲۹۱

ماہنامہ نعت لاہور

نماز اچھی حج اچھا روزہ اچھا اور زکوٰۃ اچھی
مگر میں باوجود اس کے مسلماں ہو نہیں سکتا
نہ جب تک کٹ مروں میں خواجۂ طیبہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

مولانا ظفر علی خاںؒ

منظر رقم